ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ
۱۴ر جنوری ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور

ہدیہ
دو روپے

28/28

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری قدس سرہ

عن ابی سعید ن الخدری رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج الدجال فیتوجہ قبلہ رجل من المؤمنین فیلقاہ المسالح مسالح الدجال فیقولون لہ این تعمد فیقول اعمد الی ہذا الذی خرج قال فیقولون لہ اوما تؤمن بربنا فیقول ما بربنا خفاء فیقولون اقتلوہ فیقول بعضہم لبعض الیس قد نہاکم ربکم ان تقتلوا احدا دونہ فینطلقون بہ الی الدجال فاذا راٰہ المؤمن قال یا ایہا الناس ہذا الدجال الذی ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیامر الدجال بہ فیشبح فیقول خذوہ وشجوہ فیوسع ظہرہ وبطنہ ضربا قال فیقول اوما تؤمن بی قال فیقول انت المسیح الکذاب قال فیؤمر بہ فیؤشر بالمیشار من مفرقہ حتی یفرق بین رجلیہ قال ثم یمشی الدجال بین القطعتین ثم یقول لہ قم فیستوی قائما ثم یقول لہ اتؤمن بی فیقول ما ازددت فیک الا بصیرۃ قال ثم یقول یا ایہا الناس انہ لا یفعل بعدی باحد من الناس قال فیاخذہ الدجال لیذبحہ فیجعل ما بین رقبتہ الی ترقوتہ نحاسا فلا یستطیع الیہ سبیلا قال فیاخذ بیدیہ ورجلیہ فیقذف بہ فیحسب الناس انما قذفہ الی النار وانما القی فی الجنۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا اعظم الناس شہادۃ عند رب العالمین ۔

ابی سعید رضی الخدری سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال نکلے گا ، پھر مومنوں میں سے ایک شخص اس کی طرف جائے گا پھر اسے ہتھیار بند ملیں گے جو دجال کے نگہبان ہونگے وہ اس سے کہیں گے کہاں جا رہے ہو وہ کہے گا یہ شخص جو نکلا ہے اس کی طرف جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا وہ اسے کہیں گے کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ کہے گا ہمارا رب پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر کہیں گے اسے مار ڈالو، پھر آپس میں کہیں گے کیا تمہیں تمہارے رب نے اس کی اجازت کے سوا کسی کو بھی قتل کرنے سے منع نہیں کیا۔ پھر اسے دجال کے پاس لے جائیں گے۔ جب اسے مومن دیکھے گا کہے گا۔ اے لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر دجال اس کے چت لٹانے کا حکم دے گا، پھر چت لٹا دیا جائے گا۔ پھر دجال کہے گا اسے پکڑو اور اس کا سر توڑو پھر اس کی پیٹھ اور پیٹ مار مار کر کشادہ کر دی جائے گی۔ آپ نے فرمایا دجال کہے گا کیا اب بھی تو مجھ پر ایمان لاتا ہے یا نہیں؟ مومن کہے گا تو ہی مسیح کذاب ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اس کے متعلق حکم دیا جائے گا پھر اسے آرے سے سر کی طرف سے چیرا جائے گا

(باقی ۲۴ پر)



جلد ۲۸ • شمارہ ۲۸

جمعۃ المبارک
۱۴ر دسمبر ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر، ایم اے ایل ایل بی



دفاتر

کراچی
انجمن خدام الدین بلڈنگ
پہلی چورنگی ناظم آباد، کراچی
۲۱۱۴۴۳

لاہور
خدام الدین مرکز
اندرون شیرانوالہ دروازہ
فون ۶۶۹۱۴

بدل اشتراک

سالانہ ...... ۱۰۰ روپے
ششماہی ...... ۵۰ روپے
سہ ماہی ...... ۲۵ روپے

فی پرچہ دو روپے



قومی فیصلہ؟

روزنامہ جنگ لاہور کے جمعہ ایڈیشن (۱۲ر نومبر تا ۱۸ر نومبر ۱۹۸۲ء) میں کالعدم تحریک استقلال کے مرکزی رہنما (لیکن معتوب) نفیس صدیقی صاحب کا طویل انٹرویو چھپا ہے جس میں انٹرویو نگار کے دو سوال اور نفیس صاحب کی طرف سے ان کے جواب کا متن یہ ہے :۔

سوال : نفیس ! ایک بات بتائیے ایم، آر، ڈی کا ڈیکلریشن اپنی فائنل شکل میں کیسے آیا تھا ؟

جواب : مسودے تو ان گنت تیار ہوئے تھے مارچ ۱۹۸۰ء سے لے کر فروری ۱۹۸۱ء تک کئی فارمولے آئے پھر تحریری ڈرافٹ تیار ہوئے۔ پہلے ہم نے ایک ڈیکلریشن تیار کیا تھا، یہ سب کو بھیجا گیا۔ ایک مسودہ کالعدم مسلم لیگ کی طرف سے بھی آیا نوابزادہ نصراللہ خاں کی تجاویز بھی آئیں۔

سوال : شنید ہے کہ کالعدم پیپلز پارٹی یکے بعد دیگرے سب کو مسترد کرتی رہی۔ پھر اچانک ایسا کیوں ہوا کہ ایک ڈرافٹ گیا اور پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے اس پر دستخط کر دئے ؟

جواب : یہ کہانی ہی غلط ہے کہ کچھ لوگ ڈرافٹ لے کر گئے۔ اور بیگم صاحبہ نے دستخط کئے۔ پہلی بات تو یہ سامنے رکھئے کہ سیاست میں ہر فریق اپنے نظریات کے مطابق زیادہ سے زیادہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور کم از کم پر سودے بازی کر لیتا ہے۔ یہ بحث ہم میں بھی چلتی رہی چنانچہ کئی تجاویز سامنے آئیں جو پیپلز پارٹی کو بھی پہنچائی گئیں۔ موجودہ ڈیکلریشن کا واقعہ یہ ہے کہ مختلف تجاویز پر بات کرتے کرتے فاروق لغاری نے ایک ٹائپ شدہ کاغذ جیب سے نکالا اس پر بیگم بھٹو کے دستخط پہلے سے موجود تھے خود بیگم صاحبہ نے ایک رف مسودہ تیار کرا کے اس پر دستخط کر دئے تھے، اس ڈرافٹ میں غلطیاں بھی تھیں لیکن

مفہوم پر سب نے اتفاق کیا —— دراصل پیپلز پارٹی نے صرف ایسے نکات یکجا کر دئیے تھے جن پر طویل مذاکرات کے دوران سب نے اتفاق کیا تھا اور ایسا کوئی نقطہ شامل نہ کیا تھا جس پر کسی کو اعتراض کا موقعہ ملتا مفہوم سے سب کو اتفاق تھا۔ میاں محمود علی قصوری نے کاغذ پکڑا اور اپنے دستخط کر دئیے اور یوں پاکستان کی حالیہ تاریخ کا سب سے اہم اتحاد ایک ایسے کاغذ پر دستخطوں سے معرض وجود میں آیا جس میں درج تحریر کی اصلاح بھی نہیں کی گئی تھی لیکن آج یہ ڈیکلریشن ایک قومی فیصلہ ہے۔

ان سطور کی تحریر تک اس انٹرویو کو لگ بھگ دو ماہ ہو جائیں گے لیکن ایم۔آر۔ڈی میں شامل کسی پارٹی کے کسی بھی رہنما نے چاہے وہ ملکی سطح کا ہو یا صوبائی سطح کا، نفیس صدیقی کی اس بات کو غلط نہیں ٹھہرایا جس کا مطلب یہ ہے کہ نفیس صاحب نے ایک سچائی کا اظہار کرکے یہ بتلا دیا ہے کہ ایم، آر، ڈی کے پس پردہ اصل ہاتھ کون سا ہے؟ ہماری سوچی سمجھی رائے تھی اور ہے کہ مسٹر بھٹو جس پس منظر میں برسر اقتدار آئے، اس کے پیش نظران کے مقاصد بڑے واضح تھے اور وہ محروم القسمت ملک و قوم کا شاہی خاندان بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ان کے راستہ کی مؤثر ترین رکاوٹ ملک کا مشرقی حصہ تھا۔ اس وقت کی فوجی جنتا کے کرتا دھرتا مسٹر یحییٰ خاں کو لاڑکانہ بلا بلا کر انہوں نے اپنی مٹھی میں لے لیا اور بالآخر ملک کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ شیخ مجیب الرحمٰن کی طرح ان میں یہ اخلاقی جرأت بھی نہ تھی کہ سقوط ڈھاکہ کے بعد "نئے پاکستان" میں از سر نو انتخاب کرا کر عوام سے اعتماد کا ووٹ لیتے۔ انہوں نے مارشل لار کی چھتری تلے ایک عرصہ تک کاروبار حکومت چلایا۔ اور دنیا نے تماشہ دیکھا کہ جمہوریت کا چیمپئن "سول مارشل لا ایڈمنسٹریٹر" کا کردار ادا کر رہا ہے —— اس کے بعد جب مارشل لار ختم ہوا تو بھی جبر و استبداد کے ایسے پہرے رہے کہ توبہ بھلی؟ حتیٰ کہ مرحوم مفتی محمود سمیت متعدد قومی رہنماؤں کو اسمبلی سے اٹھا کر باہر پھینکا گیا اور مولانا شمس الدین، عبدالصمد اچکزئی، ڈاکٹر نذیر احمد اور صاحبزادہ منیر آف امروٹ شریف وغیرہ کو شہید کرایا گیا —— بھٹو صاحب کی تمنائیں اس کے باوجود پوری نہ ہوئیں وہ الیکشن میں دھاندلی کے مرتکب ہوئے، قوم نے اس کا نوٹس لیا۔ بات الیکشنی دھاندلیوں سے اسلامی نظام تک پہنچی اور قوم کے مرد و زن سراپا احتجاج سڑکوں پر نکل آئے۔ بھٹو کا اقتدار نو دو گیارہ ہو گیا۔ اور وہ خود چندے بعد ایک فوجداری جرم کے سبب تختہ دار تک جا پہنچے —— ان کی اہلیہ اور بچوں نے ان کے بعد جو طرز عمل اپنایا وہ سراسر انتقامی تھا اور ہے۔ صاحبزادگان بیرون ملک اپنے ابا کا انتقام لینے اور ملک کا شاہی خاندان بننے کی آرزو کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ تو اہلیہ محترمہ اور صاحبزادی صاحبہ یہاں مصروف کار تھیں۔ نظر بندی کا مرحلہ آیا تو اہلیہ محترمہ "بیمار" ہو گئیں حتیٰ کہ بیرون ملک برائے علاج تشریف لے گئیں۔ بیرون ملک جانے تک یہاں وہ باقاعدہ مصروفِ سیاست رہیں —— ایک تو ان کے ذہن میں اپنے خاوند کا مسئلہ ہے دوسرے وہ نظریاتی طور پر ایسے خطہ کی خاتون ہیں۔ جس خطہ نے اسلام کی بالادستی کو خوشی سے کبھی قبول نہیں کیا۔ حتیٰ کہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت اسی خطہ کے سازشی ذہن کے سر ہے اور پھر مسلسل وہ خطہ مصروف سازش رہا۔ اپنے خاوند کی پھانسی کے بعد انہوں نے جمہوریت اور بنیادی حقوق کے نام پر سادہ لوح سیاست دانوں کو اپنے دام میں پھانسنے کی کوشش کی اور بقول نفیس صدیقی یار لوگوں نے ایسے ڈرافٹ پر دستخط کر دئیے جو ہنوز اصلاح طلب تھا اور پھر یہی ڈرافٹ "قومی فیصلہ" (؟) قرار پایا۔

اس کے ساتھ ہی روزنامہ نوائے وقت کراچی کی وہ خبر ملاحظہ فرمائیں جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ صدر ضیاء الحق کے دورۂ امریکہ کے بعد بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر بیگم صاحبہ نے بیرون ملک سے تازہ ہدایات ایم۔آر۔ڈی کو بھجوا دی ہیں۔ (نوائے وقت کراچی ۲۱ر دسمبر ۱۹۸۲ء صدا کالم ۱) تو ہماری بات کا وزن بڑھ جائے گا اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ ایم، آر، ڈی اصل میں ہے کیا؟

اسلامی نظام حیات اور بنیادی حقوق کے معاملہ میں موجودہ حکومت کے رویہ سے نہ ہم کل مطمئن تھے اور نہ آج مطمئن ہیں اور بحمداللہ ہم نے ضعیف و ناتواں ہونے کے باوجود بڑے نازک موڑ پر حکومت سے غیر مشروط تعاون اور وزارتی ذمہ داریوں میں شرکت پر احتجاج کیا تھا —— لیکن ہم اس کے حق میں نہ کل تھے نہ آج ہیں کہ انتقامی ذہنیت کی سیاست کو یہاں پروان چڑھایا جائے اور جن کی سیہ کاریوں کے سبب ملک و قوم کا انگ انگ زخمی و مجروح ہے انہیں یوں سروں پر چڑھایا جائے۔

ہم حکومت سے یہ بات کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ نوابزادہ نصراللہ خاں جیسے دیدہ ور سیاستدان کو رہا کرے، اپنی انا کا مسئلہ بنائے بغیر ملک کے مستقبل کی بہتری کے لئے خود ان کے پاس جائے، مشورہ لے اور بہتر مستقبل کی راہیں تلاش کرے۔ مسخرے اور مفاد پرست سیاست دانوں کو کھلی چھٹی دے کر جی دار، بہادر اور صائب الرائے لوگوں کو نظر بند رکھنا عقل مندی نہیں۔ اس میں نقصان ہے ملک کا، قوم کا اور خود آپ کا ——

اور اس کے ساتھ ہی ہم قابل احترام سیاسی رہنماؤں سے گذارش کریں گے کہ وہ ابوالکلام کے تدبر، محمد علی جوہر کی غیرت و خودداری، مولانا مدنی اور مولانا لاہوری کی بے نفسی اور امیر شریعت کی جرأت رندانہ کے ساتھ سر جوڑ کر آگے بڑھیں اور ملک کو بحر ظلمات سے نکالنے کی فکر کریں۔ لیکن یہ تب ہی ہوگا کہ آپ لیڈری و قیادت کے شوق میں گھر پھونک تماشہ دیکھ کا طرز عمل اختیار نہ کریں بلکہ مرد مومن کا کردار اپنا کر اپنی صفوں کو منظم کریں ورنہ جس "قومی فیصلہ" کا ڈرافٹ بیگم صاحبہ نے تیار کیا ہے وہ سب کو لے بیٹھے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مقاصد حسنہ کی خاطر صحیح جد و جہد کی توفیق سے نوازے۔

علمی ۱۰ر جنوری ۸۳ء

جامعہ رشیدیہ ساہیوال

جامعہ رشیدیہ ساہیوال ہمارے ملک کے دینی مدارس میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ تقسیم ملک سے قبل رائے پور ضلع جالندھر اور تقسیم ملک کے بعد ساہیوال میں اس کی خدمات مسلمہ ہیں —— عیسائی مشنریاں اس سے الجھ، منکرین ختم نبوت اس کے دشمن، معاندین صحابہؓ اس سے نبرد آزما، اور اہل بدعت اس سے خار کھائیں —— لیکن ہزار مخالفتوں کے باوجود وہ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے اور بڑے اخلاص کے ساتھ —— اس کی تدریسی و تبلیغی (تقریراً اور تحریراً) سرگرمیاں روز روشن کی طرح واضح ہیں —— اب ۱۲ر ربیع الاوّل کو جلوس بازوں نے وہاں حملہ کرکے جس طرح عمارتوں کو نقصان پہنچایا۔ اساتذہ اور طلبہ کو زخمی کیا وہ نفاذ اسلام کے دعویدار حکمرانوں کے لئے ایک چیلنج ہے۔ وہ اس چیلنج سے کیسے عہدہ برآ ہوتے ہیں اس کا جواب آنے والا وقت دے گا لیکن اگر ظالموں کو سزا نہ دی گئی تو قدرت کے انتقام کی موج ظالموں کے ساتھ ان کو بھی نہیں بخشے گی جو قانون کے محافظ ہو کر اس کا احترام نہیں کراتے۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

وقت ضائع کئے بغیر اللہ کو راضی کرلیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ....

(آل عمران آیت ۱۳۳)

محترم حضرات ! اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے "اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔" (حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

اور سورہ بقرہ کی آیت ۱۴۸ کا ایک ٹکڑا ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ پس تم نیکیوں کی طرف دوڑو۔

ان دونوں آیات کا لب لباب اور مفہوم و مقصد ایک ہی ہے۔ یعنی بندوں کو اس بات کی دعوت دی گئی، انہیں شوق دلایا گیا اور ترغیب دی گئی کہ وہ خیر و نیکی، تقویٰ و صلاح اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش کی طرف لپکیں، دوڑیں اور جلدی کریں ——— اس کی وجہ ؟ وجہ تو بالکل ظاہر ہے کہ ایک تو انسان پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ عبادت و بندگی میں اپنا وقت گذارے۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو وہ مقصد زندگی سے غافل ہے اور غافل کا انجام بڑا المناک ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر انسان یہ سوچتا رہے کہ یہ کام بھی ہو جائے گا وہ بھی ہو جائے گا، ابھی سے کیا جلدی ہے، بہت وقت پڑا ہے وغیرہ ذالک تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ زندگی سمندر کے پانی کی جھاگ کی مانند ہے اور برف کے ڈلے کی طرح جس کا قطعاً اعتبار نہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں موت کے لئے "یقین" کا لفظ استعمال کیا ہے گویا بتلانا یہ مقصود ہے کہ زندگی کا یقین نہیں لیکن موت یقینی ہے اور پھر قرآن میں جگہ بجگہ اس کا اظہار ہے کہ موت کا وقت معین ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، نہ معلوم کس وقت آجائے ؟ آدمی یہ سوچتا رہے کہ ابھی بہت وقت ہے سارے کام ہو جائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک کام بھی نہ ہوگا۔ اور زندگی برف کی طرح پگھل کر رہ جائے گی۔

پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ آدمی اپنے دنیوی معاملات کے لئے اس طرح نہیں کرتا بلکہ اس معاملہ میں اسے بہت جلدی ہوتی ہے۔ تجارت کا معاملہ ہو یا زراعت کا یا کوئی اور اس قسم کا معاملہ ہو۔ اس میں انسان جلدی کا مظاہرہ کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ اگر میں نے ایک دن گذار لیا تو اتنا نقصان ہو جائے گا ——— لیکن دین کے معاملہ میں وہ اس طرح سوچنا شروع کر دیتا ہے کہ ابھی بہت وقت ہے اتنی جلدی کیا پڑی ہے ——— حالانکہ دین کے معاملہ میں جلدی ہونی چاہیئے۔ اور دنیا کے معاملہ میں تاخیر ہو جائے تو حرج نہیں۔ وقت پر کھانا نہ کھایا جا سکا تو آفت نہیں آ

جائے گی لیکن نماز رہ گئی تو قضا اس کی بھی ہو جائے گی لیکن حقیقی ثواب سے محروم ہونا پڑے گا۔

اس لئے ارشاد ہے :۔

عَجِّلُوْا بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْفَوْتِ
عَجِّلُوْا بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ

اس سے پہلے کہ نماز فوت ہو جائے اسے ادا کر لو اور اس سے پہلے کہ موت آ جائے توبہ میں جلدی کر لو ——— نماز وغیرہ ایسے معاملات ہیں کہ اگر وہ وقت پر ادا نہ ہو سکیں تو قضا کی شکل سامنے آجاتی ہے اور دال دلیا ہو جاتا ہے لیکن اگر توبہ کا موقعہ ضائع ہو جائے تو اس کا نقصان بہت زیادہ ہے۔

نیکی و تقوٰے کے معاملہ میں جلدی کی ترغیب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نفس و شیطان ہر وقت انسان کی تاک میں ہیں ——— حدیث میں ہے کہ شیطان تمہارے اندر اس طرح دوڑتا ہے جس طرح رگوں میں خون ——— رہ گیا انسان کے نفس امارہ کا معاملہ تو اس کی بے اعتدالیوں سے ہر کوئی واقف ہے۔ وساوس خبیثہ پیدا کرنا اور الجھانا یہ اس کا معمولی کرتب ہے۔ ان مصیبتوں سے بچنے کی شکل یہی ہے کہ انسان اپنے رب کے ساتھ معاملہ درست رکھے۔ نیکی و تقوٰے سے لو لگائے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے۔ اگر وہ نیکی و تقویٰ کے اسلحہ سے مسلح ہو کر بدی کی قوتوں پر چڑھ نہیں دوڑے گا تو اس کا بہت زیادہ نقصان ہوگا حتیٰ کہ ایمان جیسی متاع عظیم ضائع ہونے کا بھی خطرہ ہے۔

چند ارشادات نبوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں تاکہ "نیکی میں سبقت" کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ فتنوں میں مبتلا ہونے سے پہلے پہلے اعمال صالحہ کو اپنا لو ——— فتنے تو اس طرح منہ کھولے کھڑے ہیں جیسے رات کی تاریکیاں ——— (اور حالات کا بالکل اعتبار نہیں کیونکہ ایسی افراتفری پیدا ہوگی) کہ ایک آدمی صبح کو مسلمان ہوگا تو شام کو کافر اور شام کو مسلمان ہوگا تو صبح کو کافر اور اپنے دین کو متاع دنیا کے عوض بیچ ڈالنے سے بھی گریز نہیں کریگا۔ (مسلم)

○ حضرت ابو سروعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عصر کی نماز آپؐ کی اقتدا میں ادا کی۔ نماز کے اختتام پر آپؐ جلدی سے اٹھے اور صفوں کو چیرتے ہوئے ازواج مطہرات میں سے ایک کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اس سرعت و جلدی سے صحابہؓ کو تشویش ہوئی۔ پھر آپؐ تشریف لائے لوگوں نے اپنے تعجب کا اظہار کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ صدقہ کا جو مال آیا تھا وہ سارا بٹ گیا ایک ڈلا باقی تھا کہ نماز کے سبب میں چلا آیا اب مجھے ڈر ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ رات آ جائے اور وہ میرے گھر موجود ہو میں نے چاہا کہ جلدی سے اسے ٹھکانے لگا دوں۔" (بخاری)

○ حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے اُحد کے دن عرض کیا کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا ؟ آپؐ نے فرمایا۔ "جنت"، چنانچہ پھر انہوں نے دیر نہیں لگائی جنگ میں گھس گئے اور شہید ہو گئے۔ (بخاری مسلم)

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اجر کے اعتبار سے کون سا صدقہ بہتر و افضل ہے ؟ آپؐ نے فرمایا اپنی صحت و تندرستی کے دور میں صدقہ کرنا۔

واہ کینٹ میں —

درس قرآن وحدیث کی سترھویں اور اٹھارھویں سالگرہ

زیرِ سرپرستی

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم
امیر انجمن خدام الدین لاہور

تاریخ انعقاد:- ۸ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۸۲ء (ہفتہ)

مرتبہ: محمد عثمان غنی بی اے

آج مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ واہ کینٹ میں دور ونزدیک سے عشاقِ قرآن وحدیث اور غلامانِ سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ جمع ہیں اور اپنے محبوب رہنما اور امام الہدیٰ حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم کا چہرۂ انور دیکھنے اور آپ کے ارشاداتِ عالیہ سن کر حرزِ جاں بنانے کے لئے بے تاب ہیں۔ حضرتِ اقدس ۲۴ دسمبر کا جمعہ پڑھا کر لاہور سے بذریعہ کوئٹہ ایکسپریس رات راولپنڈی پہنچے اور محترم المقام رانا محمد عاقل خاں صاحب کی کوٹھی ۲۹ ڈی سیٹلائٹ ٹاؤن میں جلوہ گر ہوئے۔ خدام کی ایک جماعت کے علاوہ حضرتِ اقدس کے ہمراہ حضرت میاں محمد اجمل قادری صاحب جو آپ کے صاحبزادہ محترم ہیں اور خطیبِ پاکستان حضرت مولانا الحاج محمد اجمل خاں صاحب مہتمم جامعہ رحمانیہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور بھی تشریف لائے۔ خدام میں محترم حاجی بشیر احمد، محترم جمیل احمد خاں صاحب محترم محمد طفیل بٹ صاحب، الحاج احمد عبد الرحمٰن صاحب الصدیقی النوشہروی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ احقر کا مکان نمبر بی - ۸۹ لالہ رخ واہ کینٹ حال ہی میں تعمیر ہوا ہے اس میں حضرتِ اقدس اور آپ کے خدام نے قدم رنجہ فرما کر دعا فرمائی اور پھر سیدھے درسگاہ منزل انوار القرآن لالہ رخ میں تشریف لے گئے۔ چونکہ وقت کافی گذر چکا تھا اور سامعینِ کرام انتظار کی گھڑیاں بے صبری سے گذار رہے تھے اس لئے بلا توقف پروگرام کا آغاز حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب زید مجدہم کے ہونہار اور صالح فرزند جناب قاری قاضی محمد ارشد الحسینی صاحب سلمہٗ کی تلاوتِ قرآنِ حکیم سے ہوا۔ تلاوت کے بعد راقم آثم نے درسِ قرآنِ حکیم اور درسِ حدیث کی دو سالہ کارگذاری کی رپورٹ پیش کی جو حضرتِ اقدس اور حضرت قاضی صاحب کے دستخطوں سے شاملِ اشاعت ہے —

کارگذاری کی دوسالہ رپورٹ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط اَمَّا بَعْدُ ط احادیثِ نبویہ میں جہاں ریا کو شرکِ اصغر کا نام دے کر اس کی قباحت بیان فرمائی گئی ہے وہاں پر اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ کی آیۂ گرامیہ ارشاد فرما کر اپنے انعامات کے ذکر کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی ہے۔ واہ کینٹ کے علاقہ پر ربِّ کریم کا اتنا بڑا انعام ہے کہ جس کا ہم کبھی تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ٥ یہاں پر نومبر ۱۹۶۴ء سے برابر ہر ماہ کے آخری جمعہ کو قرآن اور حدیث کے علوم وفیوض کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے جس سے عوام وخواص بہرۂ وافر حاصل کرتے ہیں۔ شرکاءِ درس کے لئے ہر ماہ مفسرِ قرآن، شیخ الحدیث، عالمِ باعمل حضرت الحاج مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم

خلیفۂ مجاز امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری نور اللہ مرقدہٗ نئے سے نئے انداز میں بشارتیں دیتے رہتے ہیں۔

یہ سلسلۂ خیر کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت شروع نہیں کیا گیا تھا۔ چند احباب کے بچوں کی ختمِ قرآن کی ایک چھوٹی سی تقریب ۱۹۶۴ء کے اواخر میں برادرِ مکرم الحاج خوشی محمد صاحب کے بنگلہ ۱۵ جامن روڈ واہ کینٹ میں منعقد کی گئی تھی جس میں مخدومنا ومرشدنا جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم، مخدوم مکرم حضرت قاضی صاحب اور حضرت مولانا عبد الحنان صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت فرمائی تھی۔ ان تینوں بزرگوں کی مختصر تقاریر ہوئیں جو پندرہ پندرہ منٹ پر مشتمل تھیں، تو چند مخلص احباب نے یہ تجویز سوچی کہ حضرت قاضی صاحب اگر مہینے میں ایک بار تھوڑا سا وقت فارغ کر کے یہاں تشریف لے آیا کریں اور مقامی احباب کو اپنے ارشادات سے نوازا کریں تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ یہ تجویز قاضی صاحب نے منظور فرما لی اور ہر ماہ اپنی گرہ سے کرایہ خرچ کر کے تشریف لانا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو درس کا سلسلہ مستقل طور پر جاری رکھنا منظور تھا اس لئے مقامی انتظامیہ نے ایک پلاٹ مستقل درسگاہ تعمیر کرنے کے لئے منظوری دے دی اور جس مقام پر ایک چٹیل میدان تھا وہاں آج منزل انوار القرآن کے نام سے ایک مستقل عمارت موجود ہے جہاں ہر ماہ قرآن وحدیث کے پروانے جمع ہوتے ہیں اور قیمتی موتیوں سے جھولیاں بھر کرلے جاتے ہیں۔

جب درسِ قرآن وحدیث کے مضامین کی اشاعت بذریعہ کتب و رسائل ہوئی تو یہ خوشبو واہ کینٹ سے اُڑ کر دُور دُور پھیل گئی اور باہر سے بھی کافی مشتاقینِ قرآن وحدیث نے شرکت فرمانا شروع کر دیا۔

اس درس کو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا چشمۂ فیض کہنا بجا طور پر صحیح ہے اس لئے کہ درس ارشاد فرمانے والے بزرگ، حضرت قاضی صاحب انہی کے فیضِ صحبت سے منور ہیں اور جو بزرگ اس درس کی سرپرستی فرماتے ہیں وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند ہی نہیں بلکہ آپؒ کی رحلت کے بعد آپؒ کی مسندِ رشد وہدایت واقع شیرانوالہ گیٹ لاہور پر بھی جلوہ افروز ہیں۔ وہ ذاتِ عالی مخدومنا ومرشدنا جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ہے۔ اس طرح واہ کینٹ کے علاقے کو یہ شرف حاصل ہے کہ اسے سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ کے انوار کی روشن قندیلوں سے مسلسل فیضیاب ہوتے ہوئے انیسواں سال شروع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فیض کو جاری وساری رکھے اور ان بزرگانِ گرامی کو صحت وتندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے اور یہ فیضان تشنگانِ علومِ قرآن وحدیث تک پہنچتا رہے۔

ہر سالگرہ کے موقعہ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاءِ کرام میں سے کسی نہ کسی بزرگ کی زیارت آپ کو کرائی جاتی ہے۔ امسال وقت کی کمی کے باعث ایسا نہ ہو سکا جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ تاہم حسنِ اتفاق ہے کہ آج ہمارے حضرت کی معیت میں خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب مہتمم جامعہ رحمانیہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور بھی تشریف لے آئے ہیں جو اس وقت سٹیج پر جلوہ افروز ہیں۔ آپ اسی درس کی پہلی سالگرہ میں ۱۹۶۶ء میں تشریف لائے تھے۔ ان کی آمد ہمارے لئے باعثِ برکت ہے۔

گذشتہ سالگرہ مؤرخہ ۶ ستمبر ۱۹۸۰ء کو منعقد ہوئی تھی۔ اس وقت حضرتِ اقدس کی صحت ٹھیک نہ تھی مگر آپ تشریف لے آئے تھے۔ بعد میں آپ کی صحت زیادہ خراب ہو گئی اور اسفار کا سلسلہ قطعی طور پر بند کر دیا گیا تاہم جب بھی ہم میں سے کسی کی لاہور حاضری ہوتی تو حضرتِ اقدس درس کا حال دریافت فرماتے۔ چند ماہ قبل بعض مخلص احباب نے راولپنڈی کے ایک ماہر ڈاکٹر سے علاج کا مشورہ دیا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ پھر واہ کینٹ کے

درس میں شرکت کا پروگرام بھی رکھ لیا جائے۔ اِس سے آپ کی بے پایاں شفقت ہویدا ہے کہ آپ کو اس درس سے کسقدر لگاؤ ہے چنانچہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ۲۸ ماہ کا طویل عرصہ گذرنے کے بعد آج حضرتِ اقدس اس درس کی سرپرستی فرمانے کے لئے تشریف لے آئے ہیں۔ ہماری ہر بُنِ مُو آپ کی اس شفقت کے لئے سراپا سپاس ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ کاملہ عاجلہ عطا فرمائے اور دینِ متین کی خدمت کا زیادہ سے زیادہ موقع عطا فرمائے۔

اِس درسِ گرامی کے اٹھارہ سال گذشتہ ماہِ اکتوبر میں پورے ہو چکے ہیں اور نومبر ۱۹۸۲ء سے اس کا انیسواں سال شروع ہو چکا ہے جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس درس کو دوام نصیب فرمائے اور اس کی برکات سے سب کو نوازے۔

گذشتہ سالگرہ کے موقع پر درس سورۂ الرحمٰن پر پہنچا تھا اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورۂ جمعہ کا درس قریب الختم ہے۔ اِس دوران مندرجہ ذیل سورتوں پر درسِ قرآن حکیم ہوا:۔

ستمبر ۱۹۸۰ء تا دسمبر ۱۹۸۰ء
چار ماہ سورۂ الرحمٰن
جنوری ۱۹۸۱ء تا مارچ ۱۹۸۱ء
تین ماہ سورۂ واقعہ
اپریل ۱۹۸۱ء تا جولائی ۱۹۸۱ء
چار ماہ سورۂ الحدید
اگست ۱۹۸۱ء تا اکتوبر ۱۹۸۱ء
تین ماہ سورۂ المجادلہ
نومبر ۱۹۸۱ء تا فروری ۱۹۸۲ء
چار ماہ سورۂ الحشر
مارچ ۱۹۸۲ء تا مئی ۱۹۸۲ء
تین ماہ سورۂ الممتحنہ
جون ۱۹۸۲ء تا اگست ۱۹۸۲ء
تین ماہ سورۂ الصّف
ستمبر ۱۹۸۲ء تا ماہِ رواں
چار ماہ سورۂ جمعہ

گذشتہ عرصہ میں کل ۲۷ احادیثِ نبویّہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام پڑھی گئیں اور اُن کی تشریحات بیان کی گئیں۔ جن صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایت سے یہ احادیث بیان ہوئیں اُن کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عمرو میمون الاولادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عمرو ابنِ العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حضرت عبداللہ ابنِ بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت اشعث ابنِ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک حدیث کا متن اور ترجمہ تبرکاً پیشِ خدمت ہے:۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالصَّدَقَۃِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا یَتَخَطَّاھَا۔

حضرتِ علی سے روایت ہے (اللہ راضی ہو چکا علی سے) وہ فرماتے ہیں میرے محبوب آقا نے یُوں فرمایا: صدقہ دینے میں جلدی کیا کرو تکالیف اور مصیبتیں صدقے سے آگے قدم نہیں اُٹھا سکتیں۔

مجلسِ ذکر کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے اور حضرت مولانا صوفی محمد یونس صاحب حضرتِ اقدس کے حسب الحکم ہر ماہ کے آخری اتوار کو جامع مسجد الصدیق، لالہ رُخ، واہ کینٹ میں بعد از نمازِ مغرب ذکر کراتے ہیں اور فضائل ذکر بیان فرماتے ہیں۔

حضرت قاضی صاحب کی نگرانی میں جہاں اٹک اور مضافاتِ اٹک میں کئی مدارسِ دینیہ قرآن وحدیث کی اشاعت میں مصروفِ عمل ہیں وہاں اس مقام یعنی منزل انوار القرآن لالہ رُخ واہ کینٹ میں بھی آپ کی نگرانی میں ایک دینی مدرسہ قائم ہے جس کا اہتمام انصرام حضرت قاضی صاحب کے ایک شاگرد اور مخلص خادم حافظ قاری نور النبی صاحب چلا رہے ہیں۔ اِس مدرسے میں بلا کسی فیس ومعاوضہ کے بچے بچیوں کو

قرآن مجید پڑھایا جاتا ہے۔ گذشتہ عرصہ میں ۲۱ طلباء وطالبات نے ناظرہ قرآنِ مجید مکمل کیا جبکہ ایک بچہ عزیزی سلمان احمد ولد چوہدری عبدالرؤف صاحب (عمر دس سال) قرآنِ مجید حفظ کر رہا ہے۔ اِس وقت ۸۳ طلباء وطالبات زیرِ تعلیم ہیں۔ مزید برآں قاری صاحب کی امامت میں یہاں پنجوقتہ نماز باجماعت ہوتی ہے اور رمضان المبارک میں تراویح کا بھی باقاعدہ انتظام کیا جاتا ہے۔ یہ سب رونقیں حضرت قاضی صاحب کے وجودِ باجُود کی رہینِ منّت ہیں۔

حضرت قاضی صاحب کی سرپرستی میں اٹک شہر سے ۱۹۷۱ء میں جو ماہوار دینی اور اصلاحی جریدہ "اَلْاِرْشَادُ" کے نام سے جاری کیا گیا تھا اُس کا مقصد قرآن وحدیث کے علوم کی اشاعت مفصّل اور بہتر طور پر کرنا تھا کیونکہ ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کے صفحات میں زیادہ گنجائش نہ تھی۔ یہ پرچہ گیارہ سال تک نامساعد حالات میں جاری رہا لیکن افسوس وسائل کی کمی آڑے آئی اور بادلِ نخواستہ ماہِ اپریل ۱۹۸۲ء سے اس پرچے کی اشاعت بند کر دی گئی۔ اِسی طرح حضرت قاضی صاحب کے ارشاد فرمودہ دروسِ قرآن وحدیث کے اٹھارہ سال کے مجموعہ جات کے مسودے تیار پڑے ہیں لیکن وسائل کی کمی کے باعث تاحال صرف چند مجموعے ہی کتابی شکل میں طبع ہو سکے ہیں۔ یہ کام مستقل اداروں کے ہیں۔ اللہ کرے کوئی صاحبِ ثروت خوش بخت فرد یا افراد اِس کارِ خیر کا بیڑہ اُٹھا سکیں اور یہ رُکی ہوئی گاڑی چل پڑے۔

گذشتہ عرصہ میں ہمارے خاندانِ عالیہ قادریہ راشدیہ کے ایک اور بزرگ حضرت مولانا الحاج سیّد امین الحق صاحب مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۸۱ء کو اپنے آبائی گاؤں طورو ضلع مردان (صوبہ سرحد) میں انتقال فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ اور بہت بڑے محقق اور متبحّر عالمِ دین تھے۔ عمرِ عزیز کا بیشتر حصہ شیخوپورہ میں گذارا۔ پھر ڈسٹرکٹ خطیب اور صوبائی خطیب کی حیثیت سے محکمۂ اوقاف کی بھی خدمت کی۔ حق بات کہنے میں کسی سے خوف نہ کھاتے تھے۔ دو مرتبہ ہمارے درس کی سالگرہ کے پروگرام میں شرکت فرمانے کا وعدہ فرمایا مگر افسوس کہ تشریف نہ لا سکے۔ گذشتہ سال سالگرہ کا پروگرام بنا تو احقر حضرت قاضی صاحب کے حسبِ حکم اور حضرت دامت برکاتہم کی اجازت سے مرحوم کے دولت کدہ پر شرکت کی استدعا لے کر حاضر ہُوا مگر آپؒ بغرضِ علاج پشاور تشریف لے جا چکے تھے۔ جب واپس تشریف لائے اور میرا تحریری خط پڑھا تو جواب میں مشروط وعدہ فرمایا کہ اگر مقرّرہ تاریخ تک صحت نے اجازت دی تو ضرور شرکت ہوگی اور حضرت دامت برکاتہم کی زیارت بھی ہو جائے گی لیکن سُوءِ اتّفاق کہ لاہور سے اطلاع آنے پر سالگرہ کا پروگرام حضرتِ اقدس کی علالت کے باعث منسوخ کر دیا گیا اور حضرتِ مرحوم کو بھی طورو میں مطّلع کر دیا گیا جس کے چند ہی روز بعد آپ کے ایک پوتے نے بذریعہ تار اطلاع دی کہ آپؒ اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے ہیں۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شُد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

محمد زاہد الحسینی
دستخط صاحبِ مسند
احقر عبید اللہ انور
دستخط سرپرست
احقر محمد عثمان غنی خادم درس

اِس کے بعد حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم نے سورۂ جمعہ کے پہلے رکوع کی آخری آیات پر درس ارشاد فرمایا اور پھر ایک حدیث پیش فرمائی جس میں بدعت کی مذمّت بیان فرمائی گئی تھی۔ چونکہ حضرتِ اقدس کے کافی پروگرام آگے بھی تھے اور وقت بہت ہی کم میسّر تھا اس لئے حضرت قاضی صاحب نے اپنے درس کو بالکل مختصر فرما دیا اور بقیہ وقت خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب اور حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم کے لئے چھوڑ دیا۔

حضرت کی طبیعت بہت خراب تھی

کمزوری بے حد ہو چکی تھی اور بار بار گھونٹ گھونٹ پانی پیتے رہے۔ آپ نے بایں ہمہ ربیع الاوّل کے مبارک ایام کے باعث جو چند بیش قیمت اور فصیح و بلیغ ارشادات اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر ہمراہ لائے ہوئے تھے اپنے مخصوص انداز سے لفظ بلفظ پڑھ کر حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ حضرت اقدس کے ارشادات ہدیۂ قارئینِ کرام کئے جا رہے ہیں۔ پڑھیے اور لطف اٹھائیے کہ یہ ہمارے ہادیٔ برحق اور امام الہدیٰ کا تحفہ ہے:۔

مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

زبان میری ہے بات ان کی

کوثر چکد از لبم بہ ایں تشنہ لبی
قادر دور از شبم بہ ایں تیرہ شبی
اے دوست ادب کہ در حریم دل ماست
شاہنشۂ انبیاء رسول عربیؐ

(گرامی)

آج وہی صبح جاں نواز وہی ساعت ہمایوں، وہی دورِ فرخ فال ہے، اربابِ سیر اپنے محدود پیرایۂ زبان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، آتشکدۂ فارس بجھ گیا، دریائے سادہ خشک ہو گیا، لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم، اوجِ چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے، آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتشکدۂ کفر آذر کدۂ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے۔

صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی بتکدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ نحوست بکھر گیا، نصرانیت کے اوراقِ خزاں دیدہ ایک ایک کرکے جھڑ گئے، توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستان سعادت میں بہار آگئی آفتاب ہدایت کی شعائیں ہر طرف پھیل گئیں اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتوِ قدس سے چمک اٹھا یعنی یتیمِ عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ، شاہِ حرم حکمرانِ عرب، حرمانِ دودِ عالم، شہنشاہِ کونین کی ولادت ہوئی اور نام محمدؐ رکھا گیا۔

سہ بصد انداز یکتائی، بغایت شانِ زیبائی
امین بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئے

حدیثِ قدسی ہے: لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ یعنی اگر تیری (رسولِ اکرمؐ کی) ذاتِ اقدس نہ ہوتی تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ آیاتِ قرآنی کی طرح بعض احادیث بھی ایک دوسرے کی تشریح و تفصیل ہوتی ہیں۔ چنانچہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت جب ابو محمد رکھی گئی تو قدرۃً انہیں اس کی وجہ دریافت کرنے کا خیال پیدا ہوا، جواب میں ارشادِ خداوندی نازل ہوا، ملاحظہ ہو:

یُرْوٰی مِنْ طُرُقٍ شَتّٰی اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمَّا خَلَقَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْهَمَهُ اللّٰهُ اَنْ قَالَ يَا رَبِّ لِمَ كَنَّيْتَنِيْ اَبَا مُحَمَّدٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اٰدَمُ ارْفَعْ رَاْسَكَ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَرَاٰى نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سُرَادِقِ الْعَرْشِ فَقَالَ يَا رَبِّ مَا هٰذَا النُّوْرُ نُوْرُ نَبِيٍّ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اِسْمُهٗ فِي السَّمَآءِ اَحْمَدُ وَفِي الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَآءً وَّلَا اَرْضًا۔

بہت سی سندوں سے روایت کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کے دل میں ایک سوال ڈال دیا گیا اے میرے مالک میری کنیت ابو محمد کیوں بنائی ہے؟ جواب میں ارشاد ہوا کہ اے آدم اپنے سر کو اٹھا کر دیکھئے، پس آدمؑ نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ محمدؐ کا نور عرش کے خیمہ جات میں موجود ہے پس حضرت آدمؑ نے کہا کہ یہ کون سا نور ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا یہ نور تیری اولاد میں سے ایک پیغمبر کا نور ہے جس کا نام آسمانوں میں احمد ہے اور زمین میں محمد ہے اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھ کو پیدا نہ کرتا اور نہ کوئی آسمان پیدا کرتا اور نہ کوئی زمین پیدا کرتا۔

یہ حدیثِ نبوی سیرتِ حلبیہ مطبوعہ مصر صـ۶ پر موجود ہے مصنف علامہ نے اس کی تصحیح کا دعویٰ کیا ہے ہم یقین کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اس عظیم کنیت سے ضرور نوازا ہوگا، بھلا کوئی ٹھکانا ہے آدم کی عظمتِ شان کا جس کی ذریت میں باعثِ تخلیقِ کائنات اور محبوبِ ربّ العالمین جنم لینے والے ہوں وہ اس پُر مسرت خبر کو سُن کر ضرور بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہوئے ہوں گے۔

محدثین کرام نے ایسی تمام احادیث میں لفظِ نور سے روحِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

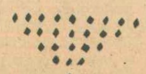
مراد لی ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے نشر الطیب میں لکھا ہے" اور اس وقت ظاہر ہے کہ آپ کا بدن بنا ہی نہ تھا پھر نبوت کی صفت آپ کی روح کو عطا ہوئی تھی اور نورِ محمدی اسی روحِ محمدی کا نام ہے۔ (نشر الطیب، مطبوعہ انشاد پریس لاہور صـ۱۱)

نشر الطیب میں نورِ محمدیؐ کے سلسلہ میں سات روایات بیان فرمائی گئی ہیں۔ پہلی روایت کا خلاصہ نذرِ گاہِ پیشِ خدمت ہے۔ حضرت عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا کی۔ آپؐ نے فرمایا اے جابرؓ! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبیؐ کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ آگے طویل حدیث ہے۔

ف: اس حدیث سے نورِ محمدی کا اوّل الخلق ہونا باولیتِ حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نورِ محمدیؐ سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

سہ
ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو سما کرے اُبھار کر
اکبرؔ اسی کا وِرد تو صدق سے بار بار کر
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍؐ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍؐ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍؐ

نوٹ:۔ یہاں تک کے ارشاداتِ گرامیہ حضرتِ اقدس اپنے دستِ بابرکت سے تحریر فرما کر ساتھ لائے تھے جو آپ نے پڑھ کر سامعین کے ایمانوں میں ازدیاد فرمایا اور اس کے بعد جو تقریر ارتجالاً ارشاد فرمائی وہ علیحدہ مرتب کی جا رہی ہے اور بعد میں پیش کی جائے گی۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب مدظلہ العالی کی تقریرِ دلپذیر بھی علیحدہ مرتب ہو رہی ہے جو بعد میں ہدیۂ ناظرین کی جائے گی۔ چونکہ حضرتِ اقدس نے اسلام آباد میں ایک تقریب میں شرکت فرمانا تھی اس لئے آپ جلدی جلدی پروگرام کے خاتمہ پر دعا ارشاد فرما کر عازمِ اسلام آباد ہو گئے۔



بقیہ: خطبہ جمعہ

یہ تمام ارشادات احادیث کی مستند اور مصدقہ کتابوں سے نقل کئے گئے۔ اور ان کا مفہوم سادہ لفظوں میں عرض کر دیا گیا۔ مقصد و مدعا سب کا یہی ہے کہ اعمالِ خیر میں سبقت و مبادرت ہونی چاہئے غفلت اور سُستی نہ ہونی چاہئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا شوق عمل بھی ان احادیث سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ رضائے الٰہی کے حصول اور اللہ تعالیٰ کی بہشت کی غرض سے اس طرح لپکتے ہیں کہ سب بھول جاتے ہیں ——— اندازہ لگائیں جنگ ہو رہی ہے۔ تلواریں چل رہی ہیں۔ انسان موت کے منہ میں جا رہے ہیں لیکن دین اسلام کے سچے عاشق کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے حتیٰ کہ ہاتھ میں پکڑی ہوئی کھجوریں تک پھینک دیتے ہیں اور میدان وغا میں کود جاتے ہیں۔

پس میرے عزیزو! میری آپ سے درخواست صرف اتنی ہی ہے کہ آج کا دور بڑا المناک دور ہے۔ عقائد و اعمال اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے مسلمان قوم میں بڑی کمزوریاں آگئی ہیں آج کل مسابقت الی الخیر کی بہت زیادہ ضروری ہے۔ ورنہ فتنوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے ——— اللہ تعالیٰ ہمارے دین کی حفاظت فرماتے اور اعمال صالحہ کی توفیق سے نوازے۔

مسیح کا مصداق کون ؟

افادات

حضرت مولانا محمد حیات صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (فاتح قادیان)

ترتیب ——— اسعد رحمانی

اہل اسلام کا متفقہ اور اجتماعی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام قرب قیامت میں نزول فرمائیں گے اور ایک وقت مقررہ تک اپنے فرائض سرانجام دے کر موت کا پیالہ پئیں گے۔ مرزا غلام احمد اور اس کے متبعین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں، البتہ وہ ملت مسلمہ سے مسیح کی شخصیت کے معاملہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ وہ وہی حضرت مسیح ہوں گے یا کوئی دوسری شخصیت؟ چنانچہ وہ مرزا غلام احمد کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں تعین مسیح کے سلسلہ میں ایک علمی گفتگو مرتب شکل میں پیش کی جا رہی ہے۔ امید کہ اس سے جہاں اہل اسلام کو فائدہ ہو گا وہاں مرزا غلام احمد کے پیروکار بھی جماعتی عصبیت کی عینک اتار کر حقیقت پسندی سے کام لیں گے۔

آئندہ سطور میں جو کچھ آپ پڑھیں گے وہ حضرت الاستاذ مولانا محمد حیات صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کا نتیجہ ہے۔ موصوف نے ایک مدت تک "کادیان" میں مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ کے سربراہ کی حیثیت سے کام کیا اور عمر کے آخری مرحلہ میں مسجد تحفظ ختم نبوت کے دفتر و مدرسہ واقع ربوہ میں مصروف تدریس و تبلیغ رہے۔ حضرت الامام مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کے مدرسہ قاسم العلوم واقع شیرانوالہ میں دورۂ تفسیر کے طلباء کو مذاہب باطلہ سے آگاہ کرانے کے لئے ۱۹۷۸ء میں لاہور تشریف آوری کے موقع پر ایک مجلسی گفتگو احقر نے نقل کی وہ مرتب شکل میں پیش خدمت ہے۔

(اسعد رحمانی)

سب سے پہلے آپ مشہور مرزائی قاضی محمد نذیر فیصل آبادی سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کی کتاب "مقام خاتم النبیین" کی اس عبارت کو ذہن میں رکھیں جس میں موصوف نے مسیح موعود کے معاملہ میں علماء اسلام سے اپنے اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں :-

اب ہر سلیم الفطرت یہ امر آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ اور علمائے امت میں (اس عبارت سے قاضی صاحب خود یہ ثابت کر رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ اور علماء امت دو الگ حقیقتیں ہیں اور یہی ہمارا موقف ہے کہ قادیانیت (احمدیت) کا اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں) مسیح موعود کی نبوت کی قسم کے بارے میں اصولی اتفاق ہے کہ وہ امتی بھی ہوں گے اور نبی بھی، اور کہ اس قسم کے نبی کا آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ پس جماعت احمدیہ اور ان علماء میں صرف مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین میں اختلاف ہے۔

ص۲۳ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

قاضی صاحب کی اس گفتگو کے بعد ہم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ "آنے والا مسیح کون ہے؟ اور یہ روایت ہم مرزائیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی کتاب "حقیقت النبوۃ" سے نقل کر رہے ہیں :-

الانبیاء اخوۃ للعلات امھاتھم شتی ودینھم واحد لانی اولی الناس بعیسی بن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ نبی وانہ نازل الخ

ص۱۹۲ حصہ اول مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ۵ مارچ ۱۹۱۵ء

مرزا محمود نے اس روایت کو اپنی کتاب میں نقل کر کے ہوشیاری یہ کی ہے کہ لم یکن کو بمعنی استقبال لے جانے کی کوشش کی ہے، جس سے وہ اپنا خود ساختہ مفہوم ثابت کر کے اپنے ابا کو مسیح موعود کہہ سکیں حالانکہ لم یکن ماضی ہے اور اس کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور میرے درمیان یعنی حضور علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں، ہمارا زمانہ متصل ہے اور وہی عیسیٰؑ دوبارہ نازل ہوں گے۔ لیکن مرزا محمود ماضی کو استقبال کے معنی میں لے جانے کی سعی کرتے ہیں جبکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے اور پوری مرزائی دنیا سے مطالبہ ہے کہ :-

ماضی جحد بلم بغیر حرف شرط کے ہو اور درمیان میں کوئی فاصلہ بھی نہ ہو تو پھر وہ مستقبل کے معنی میں آئی ہو۔ اس کی کوئی مثال پیش کی جائے۔ حرف شرط کے ساتھ تو ایسا ممکن ہے جیسا کہ سورۂ احزاب کی یہ آیت ہے لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (الاحزاب)

لیکن حرف شرط کے بغیر ایسی مثال مرزائی نہ اب تک پیش کر سکے اور نہ آئندہ کر سکیں گے۔

مرزائیوں کے دوسرے گروپ کا سربراہ محمد علی لاہوری لم یکن کو تو ماضی ہی کے معنی میں تسلیم کرتا ہے لیکن وہ "انہ نازل" میں "ہ" کی ضمیر کے مرجع کے متعلق کہتا ہے کہ اس کا مرجع وہ مذکورہ شخصیت نہیں۔ محمد علی صاحب نے اس سلسلہ میں دو مثالیں دی ہیں پہلی مثال اَخَذْتُ دِرْهَمًا وَّنِصْفَهٗ کی پیش کی ہے اور کہا ہے کہ اس میں "نصفہ" کی ضمیر "درہم" کی طرف نہیں مثل درہم کی طرف راجع ہے۔

دوسری مثال اس نے قرآن کریم سے دی فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (شعراء)

مولوی صاحب کا استدلال یہ ہے کہ اورثناھا میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع شام کے باغات ہیں جو ان لوگوں کو ملنے والے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ باغات مصر کے باغات کا عین نہ تھے بلکہ ان جیسے تھے، بقول ان کے اسی طرح انہ نازل کی ضمیر کا مرجع مسیح نہیں مثل مسیح ہے۔

خلاصہ عبارت النبوۃ فی الاسلام ص۹۲-۹۳ طبع دوم

محمد علی صاحب کے استدلال کا جواب بالکل واضح ہے۔ پہلی مثال جو انہوں نے پیش کی اخذت درھما ونصفہ اس میں درہم نیز دوسری مثال میں کنوز وغیرہ اسم نکرہ ہیں جبکہ عیسیٰ بن مریم اسم معرفہ ہے تو اس طرح یہ قیاس مع الفارق ہے جو جائز نہیں اس لئے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ان کو کوئی اسم معرفہ کی مثال پیش کرنی چاہئے تھی۔ دوسری بات یہ ہے درہم اور نصف درہم اپنی ذات میں دو مستقل سکے ہیں جن میں سے ہر ایک کی مالیت جدا جدا ہے جس کو انگریزی میں کائن (Coins) کہتے ہیں۔

مرزائی دنیا سے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ معرفہ پر معرفہ کے قیاس کی مثال و دلیل پیش کریں اور دلیل پیش کرتے ہوئے اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ ضمیر اور مرجع کے درمیان فاصلہ بھی نہ ہو جیسا کہ اس حدیث مذکور میں نہیں ——

اس مختصر بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح کی شخصیت کا مسئلہ بالکل واضح ہے کہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ اور انہی کا نزول ثابت ہے اور مرزائیوں کے دونوں طبقات کے سربراہوں نے اس کے برعکس ثابت کرنے کے لئے جو دو راز کار دلائل دئے ہیں ان میں کوئی وزن نہیں۔

اس لئے مرزائی دنیا کو چاہئے کہ غلط بات کے پیچھے پڑنے کے بجائے حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے کفر کا جوا گردن سے اتار پھینکیں اور امت کے قافلہ میں شریک ہو جائیں۔

ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس

لہ نکرہ اور معرفہ باہم قیاس مع الفارق ہیں۔

عصری اور دینی تعلیم گاہوں میں باہمی روابط

ڈاکٹر قاری محمد رضوان اللہ صاحب ازہری —— صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ | قسط ۲

سرسید کے عقائد سے اکثر دینی درسگاہیں بدظن تھیں لیکن یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ سرسید نے دہلی کے علوم اسلامیہ کے مرکز، خاندان ولی اللّٰہی کے فیض یافتوں اور خوشہ چینیوں سے شرفِ تلمذ حاصل کیا تھا۔ اس بنا پر دین اسلام اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں جو والہانہ محبت تھی اس کا اعتراف نہ کرنا بھی بے انصافی ہوگا چنانچہ نواب محسن الملک (وفات ۱۳۲۵ھ) کو لندن سے ایک خط میں یوں مخاطب ہیں:-

"ان دنوں میرے دل کو ذرا سوزش ہے۔ ولیم میور نے جو کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں لکھی ہے اس نے دل کو جلا دیا ہے۔ اس کی ناانصافیاں اور تعصبات دیکھ کر دل کباب ہوگیا۔ مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ سیرت پر کتاب لکھوں۔ اگر اس کام کے لئے تمام روپیہ خرچ ہو جائے اور میں فقیر ہو جاؤں تو بلا سے، قیامت کے دن ممکن ہے یہ کہہ کر پکارا جاؤں کہاں ہے وہ بڈھا فقیر؟ جس نے سیرت پاک پر کتاب لکھی۔"

سرسید (وفات ۱۸۹۸ء) جس تعلیم گاہ کا خواب دیکھ رہے تھے اس کے متعلق انہوں نے خود کہا تھا۔

"فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہوگا، نیچرل سائنس بائیں ہاتھ میں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج سر پر" لیکن جس صحیح مذہبی اور دینی تربیت گاہ کو وہ ضروری سمجھتے تھے اس کی کامیابی اپنی زندگی میں نہ دیکھ سکے۔[1]

مولانا شبلیؒ وفات ۱۹۱۴ء کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ علی گڑھ تحریک کے خلاف جو ردّ عمل ہوا اس میں شبلیؒ کا بڑا ہاتھ تھا۔ لیکن دنیا یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ مولانا شبلیؒ خود اس تحریک کے ممتاز اور سرگرم رکن ہونے کے باوجود سولہ سال تک سرسید کے ساتھ شانہ بشانہ کام کرتے رہے۔[2]

ان عصری اور دینی درسگاہوں کے مختصر جائزہ کے بعد بڑی ناانصافی ہوگی اگر روابط کے اعتبار سے خصوصی طور پر دارالعلوم دیوبند کا ذکر نہ کیا جائے جس کے روابط بلا تفریق مسلک و مشرب نہ صرف تمام عصری اور دینی درس گاہوں سے قائم رہے بلکہ اس کے اثرات تمام ممالک اسلامیہ تک پہنچے۔ سنو سے زائد درسگاہیں جن میں مظاہر علوم سہارنپور، مدرسہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر، اسلامی مدرسہ میرٹھ، خورجہ، بلند شہر، دان پور، مراد آباد، مدرسہ امینیہ دہلی، مدرسہ عالیہ کلکتہ، مدرسہ ڈابھیل اور منظر الاسلام بریلی وغیرہ وغیرہ ایک ہی منہج پر چل رہے ہیں۔ مشرق و مغرب کی قدیم و جدید کشمکش کے باوجود ان دینی اور عصری درسگاہوں پر شاہ ولی اللہ دہلویؒ (وفات ۱۷۶۲ء) کا بڑا احسان ہے۔ جنہوں نے قدیم و جدید کی کشمکش سے ہٹ کر عقلی اور وقتی مصالح کے تقاضوں کا پورا خیال رکھا۔

ہندوستان میں اسلام کو تین خطرے درپیش تھے۔ پہلا خطرہ عیسائی مشنریوں کی طرف سے تھا۔ دوسرا خطرہ یورپ اور ہندوستان میں ان خیالات کا تھا جنہیں دیکھ کر بقول سرسیدؒ مرجانے کو جی چاہتا تھا۔ جیسے ولیم میور (وفات ۱۹۰۵ء) کی

کتاب لائف آف محمد ص ۵۳۵ مطبوعہ لندن ۱۸۷۷ء کا نعوذ باللہ یہ انگریزی جملہ "انسانیت کے دو سب سے بڑے دشمن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلوار اور قرآن ہیں"۔[1]

تیسرا بڑا خطرہ یہ تھا کہ مسلمان اسلام کے بعض مسائل کو خلافِ عقل سمجھ کر عیسائیت کی طرف مائل ہوتے لگے تھے۔ ان تینوں خطرات کا ازالہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (وفات ۱۲۹۷ھ)، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، (وفات ۱۲۸۱ھ)، مولانا آل حسن موہانیؒ (وفات ۱۲۸۷ھ)، مفتی کفایت اللہؒ (وفات ۱۹۵۲ء)، مولانا حسین احمد مدنیؒ (وفات ۱۳۷۷ھ) مولانا ثناء اللہؒ (وفات ۱۹۴۸ء)، مولانا الیاس دہلویؒ (وفات ۱۹۴۴ء)،

مولانا قاری محمد طیّب (پیدائش ۱۸۹۷ء)، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (پیدائش ۱۳۳۳ھ)، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی (پیدائش ۱۳۱۹ھ)، مولانا منت اللہ رحمانی (پیدائش ۱۳۳۲ھ) قاضی زین العابدین (پیدائش ۱۹۱۰ء) مولانا سعید احمد اکبر آبادی (پیدائش ۱۹۰۷ء) اور دیگر علمائے کرام نے اس طرح کیا کہ ان کے مقابلہ میں کتابیں لکھیں، مناظرے کئے اور پمفلٹ تقسیم کئے۔ یہ انہیں بزرگوں کی سعی کا نتیجہ تھا کہ عیسائی مبلغین اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے اور دینی درسگاہیں باہمی روابط کے ساتھ آج ایک صدی سے جو کام انجام دے رہی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی "فضلائے دارالعلوم کا جمہور عوام سے جو ربط ہے وہ کسی دیگر دینی جماعت کا نہیں۔ سارے ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کا جال بچھا ہوا ہے"۔[2]

ہندوستان کے ان مدارس اسلامیہ کا یہ علمی فیض نہ صرف ہندوستان تک محدود ہے بلکہ اس کے فضلاء کے فیوض و روابط پورے عالم اسلام تک پہنچے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ (وفات ۱۳۷۷ھ) مولانا بدر عالم میرٹھیؒ (وفات ۱۹۶۵ء) شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نے پیدائش ۱۳۱۵ھ حرم نبوی میں درس حدیث کی خدمات انجام دی ہیں۔

اسی طرح عرب ممالک سے محمد المامون الارزنجانی، شیخ عبد التواب، شیخ عبد المنعم، شیخ محمد عبد الوہاب، شیخ جمال مناع اور دیگر عرب ہندوستان آکر عربی زبان کی تعلیم دیتے رہے۔ ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ممالک سے آئے ہوئے طلباء کی ایک بہت بڑی تعداد ان دینی درسگاہوں میں ہر وقت موجود رہتی ہے جو نہ صرف رابطہ کا ایک بڑا ذریعہ ہیں بلکہ دینی اداروں کی مستقل شہرت کا باعث ہیں۔[3]

۱۳۳۰ھ میں جب سید رشید رضا مصریؒ (وفات ۱۹۳۵ء) ندوۃ العلماء کی دعوت پر ہندوستان آئے تو لکھنؤ سے دیوبند پہنچے۔ ان کی پوری تقریر کا متن اس مختصر مقالہ میں پیش کرنا ممکن نہیں۔ لیکن چند جملے پیش خدمت ہیں:

علی انني رایت فی مدرسة (دیوبند) التی تلقب بازهر الهند نهضة دينية علمية جديدة ا رجوان یکون لها نفع عظیم۔

اس کے علاوہ یہ ہے کہ میں نے مدرسۂ دیوبند میں جس کو ازہر الہند کا خطاب دیا جاتا ہے ایک جدید علمی تحریک دیکھی جس سے نفع عظیم کی توقع ہوتی ہے۔

مدرسہ دیوبند کے منتظمین نے کبھی اس کو ازہر الہند کے نام سے مشہور کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ کبھی اس خطاب کو اس کے نام کے ساتھ استعمال کیا۔ مگر یہ اس کی مقبولیت و عظمت کی دلیل ہے کہ خود بخود اس کو ایک ایسے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں:—

ماقررت عيني بشئ فی الهند کما قررت برؤیة مدرسة دیوبند ولا سررت بشئ هناك

لہ میور ولیم LIFE OF MUHAMMAD لندن ۱۸۷۷ء ص ۵۳۵ ٢ہ ندوی سید ابوالحسن علی میاں۔ عصر جدید کا چیلنج لکھنؤ ۱۹۷۷ء ص ۳۶ - رضوی سید محبوب۔ تاریخ دیوبند ج ا دہلی ۱۹۷۷ء۔ ص ۱۴۱ ۳ہ رضوی سید محبوب۔ تاریخ دیوبند ج ا ۱۹۷۷ء ص ۳۲۸

کسروا رھا بما لاح لھا من الغیرۃ والاخلاص فی علماء ھذہ المدرسۃ۔

ہندوستان بھر میں میری آنکھ کو ایسی ٹھنڈک کہیں حاصل نہیں ہوئی جیسی کہ مدرسہ دیوبند میں حاصل ہوئی تھی اور نہ اتنی خوشی کہیں حاصل ہوئی جتنی وہاں۔ اور یہ صرف اس غیرت و اخلاص کی وجہ سے تھی جو میں نے اس مدرسے کے علماء میں دیکھی۔

وکان کثیر من اخوان المسلمین فی بلاد الھند المختلفۃ یذکرون لی ھذہ المدرسۃ ویصف رجال الدنیا منھم علماءھا بالجمود والتعصب ویظھرون رغبتھم فی اصلاح تعمیم نفعھا وقد رأیتھم وللہ الحمد فوق جمیع ما سمعت عنھم من ثناء وانتقاء۔[1]

میرے سامنے مختلف شہروں میں بہت سے مسلمان بھائیوں نے اس مدرسہ کا بھلائی کے ساتھ ذکر کیا۔ اور بہت سے دنیادار لوگوں نے علماء مدرسہ کی نسبت جامد و متعصب ہونے کا خیال بیان کرکے اپنی رغبت اس کی اصلاح اور تعمیم نفع کی طرف ظاہر کی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے ان کو (علماء دیوبند کو) مدح کرنے والوں کی مدح سے، ان کی نکتہ چینیوں کی نکتہ چینی سے بہت اونچا ہے۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی تعلیمی تحریک سے ابتدا میں جو غلط فہمیاں عصری اور دینی درسگاہوں میں پیدا ہوگئی تھیں اب ان میں کسی حد تک تخفیف ہوتی جا رہی ہے۔ آج محسوس کیا جا رہا ہے کہ کوئی قوم اپنی قومی روایات اور ملی مزاج کو کھو کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے قدیم و جدید کی کشمکش اور اس کے خطرات سے بالاتر ہو کر ہم کو اس کا علاج تجویز کرنا ہے اور اس کے بلند حوصلوں اور مضبوط ارادوں کے ساتھ سعی پیہم اور انتھک کوششوں کی ضرورت ہے۔ ؎

روشن ہے افق پر وہ مقدر کا ستارا
مشرق سے ابھرنے کو ہے سورج کا کنارا
اٹھ رفعتِ گردوں سے فرشتے نے پکارا
ہاں چیر دے اے عزم جواں سینۂ خارا
درکار گہِ دہر جواں باش جواں خیز
اے عزم جواں، عزم جواں، عزم جواں خیز!

کرم ہو کرم خالقِ دوسرا

یہ خورشیدِ رخشاں مہِ پُرضیا　　یہ صحرا یہ گلشن یہ رقصِ صبا
ہے منظر ہر اِک دلکش و خوشنما　　ہے جلوہ ترا از زمیں تا سما!
خدا یاخدا یاخدا یاخدا

ہے بے شک توہی خالقِ دوسرا　　توہی شش جہت میں ہے جلوہ نما
ہے بزمِ جہاں تجھ سے ہی پُرضیا　　ضیا باریاں تیری ہیں جانفزا
خدا یاخدا یاخدا یاخدا

تیرا جلوہ رنگیں نظاروں میں ہے　　تیرا نور چاند اور تاروں میں ہے
تیرا حُسن دلکش بہاروں میں ہے　　تیری ضو سے روشن ہیں ارض و سما
خدا یاخدا یاخدا یاخدا

ہے عطاؔ گرفتارِ رنج و بلا　　سہارا نہیں کوئی تیرے سوا
کرم ہو کرم خالقِ دوسرا　　تجھے اپنے کرم کا واسطہ
خدا یاخدا یاخدا یاخدا

سید عطاء الرحمٰن جعفری

---

[1] محمد رضوان اللہ۔ مقالہ دکتور دارالعلوم دیوبند واثرہا الاسلامی فی الہند۔ جامعۃ الازہر مصر، ۱۹۷۱ء ص ۴۔ حبیب الرحمٰن القاسم دیوبند نومبر ۱۹۱۲ء ص ۳-۲

ام الالسنہ — عربی

گمشدہ دورِ علم و تہذیب کی تلاش میں

اے حبیب صدیقی

دنیا کی ساری زبانوں کو معیار اور ترقی کی کسوٹی پر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تمام زبانوں میں اس جدید دَور میں بھی اگر کسی زبان کو اعلیٰ حیثیت حاصل ہے تو وہ ام الالسنہ عربی ہے نہ صرف اس لحاظ سے کہ یہ مسلمانوں کے لئے ایک مذہبی حیثیت رکھتی ہے بلکہ سائنس اور موجودہ ٹیکنالوجی میں بھی اس زبان میں جو کچھ موجود ہے وہ بشمول اردو دنیا کی بہت زبانوں میں نہیں ہو سکا۔ یہاں تاریخ کے حوالے سے چند مسلمان سائنسدانوں کا نام جن کے علم وفن سے آج بھی دنیا استفادہ کر رہی ہے بیان کرتا ہوں ان میں اندلس کے مسلمان سائنس دانوں نے بالکل ابتدائی دَور میں علم الابدان، علم الادویہ، علم الجراحت، علم الکیمیا میں تحقیق اور تدریس کا کام کیا۔ اور میڈیکل سائنس کے ابتدائی مراحل سے گذر کر ان علوم میں دنیائے طِب و سائنس میں نہ صرف نام پیدا کیا بلکہ دنیا سے خراج تحسین و آفریں بھی وصول کیا۔ اندلس کے سائنسدانوں میں ابتدائی دَور کے مسلمان سائنسدانوں میں الکندی کا نام آتا ہے۔ جس کی بدولت موجودہ سائنس میں ترقی وجود میں آئی۔ الکندی نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی بنیاد ۸۸۳ء میں رکھ دی تھی جو تاریخ کے حوالے سے سائنس میں ابتدائی دَور کا سائنسدان کہا جاسکتا ہے۔ بعد میں المعری ۹۵۰ء کے اولو العزم سائنسدانوں میں تھا ابوحیان، التوحیدی وغیرہ نے اُس وقت سائنس کے میدان میں کام کیا جس وقت اس میدان میں یورپیوں نے قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ چنانچہ ادب، فلسفہ، تاریخ، منطق، ریاضی، علم ہندسہ، اور علم ہیئت اور میڈیکل سائنس میں قابلِ ذکر کام انجام دئے۔ ان تمام علوم میں کارآمد دریافت نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور عرب کے خالد بن یزید اور یورپ کے مسلمان محققین نے آکسیجن گیس اور ہائیڈروجن گیس دریافت کیں۔ چاندی، پارہ، جست، پوٹاش وغیرہ کی دریافت سے سوڈیم پوٹاشیم میگنیشیم اور ان کے اکسائیڈ ہائیڈرو اکسائیڈ اور پوٹاشیم پرمیگنیٹ وغیرہ وجود میں آئے۔

عباسی دَور کے مامون الرشیدؒ کے زمانے میں دنیا کے تمام علوم وفنون پر عربی زبان میں ترجمے کئے گئے اور تمام علم وفن سمٹ کر عربی زبان میں آگیا۔ جس سے دنیا کی سب زبانوں نے استفادہ کیا اور کر رہے ہیں جرمنی میں بھی عربی زبان کی کتابوں سے جن میں سائنس وطب موجود ہے استفادہ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو سائنسی علوم یونانی اور لاطینی زبان کے حوالے سے بتلائے جاتے ہیں ان کے جدید ترین ارتقائی سلسلے کو صرف عربی زبان میں ہی دیکھا جا سکتا ہے جو اس وقت مزید ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور یونانی، لاطینی، سنسکرت، فارسی وغیرہ کو جو مقام دیا جاتا تھا عربی زبان ان سے کہیں زیادہ آگے تھی یہی وجہ ہے کہ اس کو ام الالسنہ کی حیثیت حاصل ہے پھر اس زبان کو جو شرف حاصل ہے اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس زبان میں قرآن نازل ہوا جس میں دنیاوی علوم کے متعلق بھی بلیغ اشارے ملتے ہیں۔ لیکن ہم۔ ان علوم کی تلاش کے لئے یورپ کا رُخ کرتے ہیں۔ قرآن میں تفکر و تدبر نہیں کرتے۔ یورپی سائنس اور ٹیکنالوجی کی بنیاد تخریب کاری پر رکھی گئی ہے جس میں اخلاقیات اور تعمیر انسانیت کا پہلو مفقود ہے۔

آئیے ذرا اس بات کا ایک اجمالی جائزہ لیں کہ یورپی سائنس اور ٹیکنالوجی کی بنیاد تخریب کاری پر کیونکر رکھی گئی ہے اگر یہ بات اس دَور میں کہی جائے گی تو انتہائی عجیب لگے گی اور ممکن ہے کچھ لوگ اس کو دماغی خلل سے تعبیر کریں۔

لیکن بات ضرور کہنی ہے خواہ اس کے نتائج کچھ ہی ہوں پھر جب تک بات نہ کہی جائے تو اس کی اچھائی برائی معلوم کیسے ہو سکتی ہے اس تمہید کے ساتھ پہلی بات تو یوں ہے کہ مسلمانوں کی اخلاقی، دینوی اور دنیاوی ترقی کو دیکھ کر دوسری اقوام بالخصوص یہود و نصاریٰ جل بھن گئے اور بجز اس کے کہ تخریب کارانہ سرگرمیوں سے مسلمان قوم میں فساد پیدا کریں۔ چنانچہ ان اقوام میں ہر لحاظ سے تخریب کاری کا عنصر پایا جاتا ہے اور اسلام نے جو منشور انسانیت کو دیا تھا یا تو اسے مسترد کر دیا یا اسے اپنی طرف سے بے ڈھنگا اور فاسد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ تاریخ میں پہلی تخریب کاری ایک سائنٹیفک ایجاد سے ہی کی گئی جو اس سے پہلے کسی قوم میں نہیں ہوئی تھی وہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک یہودی سامری نامی جادوگر اور سائنسدان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں جبکہ آپ کوہ طور پر گئے ہوئے تھے لوگوں سے سونا اکٹھا کر کے اس کو آگ میں پگھلایا اور ایک سانچہ میں ڈال کر ایک بچھڑا بنا ڈالا اس میں ایسی ٹیکنیک رکھی تھی کہ ایک طرف سے ہوا داخل ہو کر منہ کی طرف سے خارج ہوتی تھی جس کے باعث اس میں سے گائے کے بولنے جیسی آواز نکلتی تھی جس کو سن کر جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے دوبارہ گمراہ اور مشرک ہو گئے۔ اس تخریبی حرکت سے حضرت ہارونؑ کو بھی ان لوگوں نے گمراہ کرنا چاہا جو حضرت موسیٰؑ کے بھائی تھے اس تاریخی حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یورپ میں یہود و نصاریٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک ہی مذہب کے ماننے والوں میں تھے اور اس تخریب کاری کی ابتداء ان ہی لوگوں نے کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو پھر خدائی وحدانیت کی طرف بلایا تو ان کے دو فرقہ ہو گئے جو یہود و نصاریٰ کہلائے لیکن ان تخریب کارانہ سلسلے میں یہ اقوام ابھی تک ایک دوسرے سے تعاون کر رہی ہیں ان میں ایک تیسرا طبقہ خالص مشرکوں کا بھی ہے یہ لوگ شروع سے سامری جادوگر اور اس زمانے کے سائنسدان کی پیروی کر رہے ہیں۔ گو ان میں بھی بعد میں بڑے فرقہ پیدا ہو گئے جن میں کوئی ابھی تک گائے کو پوجتا ہے کوئی بندر کو اور کوئی سانپ کو۔ بہر حال شکلیں مختلف ہیں لیکن مقصد بت پرستی اور تخریب کاری ہے۔ ان اقوام میں جو ترقی یافتہ اور سائنس اور ٹیکنالوجی کو اپنی میراث سمجھ رہی ہیں وہ اپنی ان تخریب کارانہ حماقتوں سے دنیا کو خوفزدہ کئے ہوئے ہیں۔ کبھی ایٹم سے ڈراتے ہیں تو کبھی ہائیڈروجن بم سے ان کی یہ تخریب کارانہ حرکات بظاہر تعمیری معلوم ہوتی ہیں لیکن درحقیقت یہ تباہی اور بربادی کا سامان ہے۔ ان اقوام کا مقصد شیطانی ہے اور چھوٹی قوموں کو تباہ کرنا ہے۔ چنانچہ ان کے یہ کام دنیا کے لئے امن و آشتی کا کس طرح ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ ہم کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں مجبوراً ایسا قدم بڑھانا پڑتا ہے۔ جو اپنے دفاع کے لئے بھی لاچاری اور محتاجی کے ساتھ بڑھتا ہے لیکن اگر مسلمان اپنے عقیدہ اور ایمان کو درست کر لیں تو پھر ہم کو ایسی چیزوں کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی جو ان تخریب کارانہ ایجادات سے ہم حاصل کرتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں کیا ہم نے قرآن میں سورہ فیل نہیں پڑھی جس میں ہمارا رب ہم سے فرماتا ہے کہ:

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا"

ہمیں سائنس کی ترقی اور ترویج کے سلسلے میں اُن ہی باتوں پر عمل کرنا چاہئے جو ہمارے عقیدہ کو خراب نہ کریں اور ہمیں فائدہ بھی پہنچا سکیں لیکن اگر وہ ہمارے ذہنوں کو پراگندہ کریں یا ہمیں نقصان پہنچائیں تو ہمیں ایسی سائنس اور ٹیکنالوجی کی ضرورت نہیں۔

جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب کا

کنونشن

۲۰/۲۱ر جنوری کو شیخوپورہ الہ میں ہوگا

مصری و عراقی سفراء بھی شریک ہوں گے

(انتظامیہ)

جواہر الحدیث

عطاء الرحمٰن رحمانی، مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ — خانو خیل، ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ائتوا الصلوٰۃ وعلیکم السکینۃ فصلوا ما ادرکتم واقضوا ما سبقکم

(ابوداؤد ج۱ ص۸۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آؤ تم نماز کے لئے اطمینان سے۔ پڑھو جتنی پاؤ۔ پھر پڑھ لو اس کو جو جاتی رہے۔

تشریح: نماز باجماعت ادا کرنے کی احادیث مبارکہ میں بہت فضیلت مذکور ہے۔ اور تارک جماعت کے لئے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس حدیث میں جماعت کے ساتھ شمولیت کے لئے آنے کا طریقہ بتایا۔ کہ نماز باجماعت ادا کرنے کے فضائل معلوم کر کے کہیں آتے وقت تم اتنی تیزی اختیار کر لو کہ وقار، اطمینان اور سکون کا دامن تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ اور سانس پھول جائے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تأتوھا تسعون وأتوھا تمشون یعنی جب تکبیر ہو نماز کی تو مت آؤ دوڑتے ہوئے بلکہ چلتے ہوئے آؤ۔

اور اس روایت کے الفاظ وعلیکم السکینۃ یعنی سکون، اطمینان کو لازم پکڑو۔ اس لئے کہ نماز کے ارادہ سے آنے والا شخص بمطابق ارشادات نبویہ گویا کہ نماز میں ہے۔ تو راستہ میں فضول اور بے ہودہ گفتگو سے زبان اور کان کو بچائے۔ نظر کو غلط استعمال سے محفوظ اور دل کو خشوع و خضوع سے محفوظ رکھے۔ ہاں البتہ اس قدر تیزی اختیار کی جا سکتی ہے جو سکون، وقار اور اطمینان کے خلاف نہ ہو۔ یعنی ہمہ تن اسی طرف متوجہ ہو جائے۔ پس جو رکعات امام کے ساتھ مل جائیں ان کو باجماعت پڑھ لے۔ اور جو رہ جائیں ان کو اکیلے پڑھ لے۔

جس شخص کو امام کے ساتھ شروع سے کل یا بعض رکعتیں نہ ملی ہوں لیکن جب سے امام کے ساتھ شامل ہوا پھر اخیر تک شامل رہا تو ایسے شخص کو اصطلاح فقہ میں مسبوق کہتے ہیں۔ (عمدۃ الفقہ) یہ صورت چونکہ عموماً پیش آتی رہتی ہے۔ اور غلطی میں ابتلاء بھی عموماً ہوتا ہے۔ اس لئے چند مسائل بمعہ امثلہ ذکر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعات میں منفرد ہوتا ہے۔ پس وہ اس میں ثناء، تعوذ، تسمیہ، قرأت اسی طرح پڑھے جس طرح کی رکعتیں اس کی رہ گئی ہیں۔

۲۔ مسبوق کی مسبوقانہ نماز قرأت کے حق میں پہلی نماز ہے۔ پس وہ چھوٹی ہوئی رکعتوں کو اس طرح ادا کرے۔ گویا کہ اس نے ابھی نماز شروع کی ہے۔ اور تشہد کے حق میں اس کی آخری نماز ہے۔ یعنی امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعتوں کو ملا کر ہر دوگانہ پر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے۔

۳۔ مسبوق امام کے آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد درود و دعائیں نہ پڑھے۔ بلکہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ کو بار بار پڑھتا رہے۔ یا تشہد ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے تک ختم ہو۔ اور جب اپنی مسبوقانہ نماز پڑھ کر آخری قعدہ کرے۔ تو اب درود و دعا بھی پڑھے۔

۴۔ امام جب اپنی نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرے۔ تو یہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے۔ اور امام کے پہلے سلام پر کھڑا نہ ہو۔ بلکہ امام کے دوسرا سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر اپنی بقیہ نماز اکیلے پڑھے۔ (زبدۃ الفقہ ملخصاً)

اب ہر نماز کے متعلق تفصیل ملاحظہ فرمائیے:-

صبح کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

ایک شخص صبح کی دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا۔ تو اب امام کے ساتھ قعدہ کرے۔ لیکن صرف عبدہٗ ورسولہ تک پڑھے اور امام کے دوسرا سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر اپنی چھوٹی ہوئی رکعت اس طرح شروع کرے گویا کہ اس نے ابھی نماز شروع کی ہے۔ یعنی ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورۃ سب پڑھ کر رکوع وسجدہ کرکے قعدہ کرے تشہد، درود، دعا پڑھ کر سلام پھیرے جمعہ کی دوسری رکعت میں بھی ملنے کا یہی طریقہ ہے۔ البتہ اگر قعدہ میں آکر ملے۔ تو امام محمدؒ کے نزدیک اس نے جمعہ کی کوئی رکعت نہیں پائی۔ اس لئے وہ اٹھ کر ظہر کی چار رکعت پڑھے۔ تاکہ اختلاف ائمہ سے بچ جائے ورنہ دو جمعہ کی پڑھنا بھی جائز ہے اور یہی اصح ہے۔

ظہر، عصر، عشاء کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

امام چار رکعت والی نماز پڑھ رہا ہے۔ ایک شخص آکر دوسری رکعت میں شامل ہوا۔ اب وہ امام کے ساتھ تین رکعت پڑھ کر قعدہ کرے لیکن صرف تشہد پڑھے۔ درود و دعا نہ پڑھے۔ پھر امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع وسجدہ کرکے قعدہ کرے۔ تشہد، درود دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

ظہر، عصر، عشاء کی تیسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

امام چار رکعت والی نماز پڑھ رہا ہے۔ ایک شخص آکر تیسری رکعت میں شامل ہوا۔ اس نے امام کے پیچھے تیسری چوتھی رکعت تو ترتیب کے ساتھ ادا کرلی، اب اس کی پہلی اور دوسری رکعت بچ گئی، امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو پہلے پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورۃ پڑھ کر رکوع وسجدہ کرکے دوسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ تسمیہ، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع وسجدہ کرکے قعدہ کرے، تشہد، درود دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

ظہر، عصر، عشاء کی چوتھی رکعت میں ملنے کا طریقہ

چار رکعت کی نماز میں ایک شخص آکر چوتھی رکعت میں امام کے شامل ہوا۔ اب اس نے امام کے پیچھے اپنی چوتھی رکعت ادا کرلی۔ امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو کر اپنی پہلی رکعت اس طرح ادا کرے۔ کہ ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع وسجدہ کرکے تیسری رکعت کے لئے

حرام سے رزق، بڑھتا نہیں ——— برباد ہوتا ہے

- اللہ تعالیٰ ہر ایک کے لئے رزق جتنا مناسب سمجھتے ہیں نازل کرتے ہیں۔ (سورہ شوریٰ) پھر یہ رزق مختلف ذرائع سے زمین پر تقسیم ہوتا ہے جیسے تجارت، زراعت، ملازمت وغیرہ۔
- کوئی جاندار مر نہیں سکتا جب تک اپنی عمر اور اپنا رزق پورا حاصل نہ کرلے۔ اس لئے حصولِ رزق میں تاخیر تمہیں آمادہ نہ کرے کہ تم رزق کو حرام ذرائع سے حاصل کرو۔ (کنز العمال) مصلحت الٰہی کا تاخیر سے ملنے والا رزق جلد ملنے سے بدرجہا بہتر ہو سکتا ہے۔
- ہر مسلمان کا رزق مقرر ہے، حرام ذرائع سے رزق بڑھ نہیں سکتا۔ حرام رزق حاصل کرنے سے حلال رزق کم ہوجاتا ہے۔
- حاکم کا فیصلہ کرنے کے لئے رشوت لینا کفر کے قریب ہے۔ (طبرانی)
- رشوت اور عصمت فروشی کی آمدن دونوں ایک جیسے حرام ہیں جس کو لوگ کھاتے ہیں۔ (کنز العمال)
- رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔ (ابن ماجہ)
- اللہ تعالیٰ سود سے مال کو مٹاتے ہیں اور خیرات سے مال کو بڑھاتے ہیں۔ (سورہ بقرہ)
- ہم نے تم کو جو حلال رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور حرام نہ کھاؤ ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔ جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ یقیناً برباد ہوگیا۔ (سورہ طٰہٰ)
- دنیا حاصل کرنے کا سب سے آسان اور یقینی ذریعہ دین پر عمل کرنا ہے۔

تحریر: محمد انور قریشی

کھڑا ہو جائے۔ تسمیہ، فاتحہ پڑھ کر رکوع کرے۔ سورۃ نہ پڑھے۔

مغرب کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

امام تین رکعت والی نماز پڑھا رہا ہے۔ ایک شخص آکر دوسری رکعت میں شامل ہوا۔ تو اس نے امام کے ساتھ دوسری تیسری، رکعت پڑھ لی، اب وہ امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر اپنی پہلی رکعت اس طرح ادا کرے کہ ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع وسجدہ کرکے قعدہ کرے، تشہد، درود، دعا پڑھ کر سلام پھیرلے۔

مغرب کی تیسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

مغرب کی نماز میں ایک شخص آکر تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا۔ اس نے تیسری رکعت تو امام کے ساتھ پڑھ لی۔ ترتیب کے لحاظ سے اس کی پہلی، دوسری رکعت بچ گئی۔ اب وہ امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر اپنی پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع وسجدہ کرکے قعدہ کرے۔ اور صرف تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے۔ تسمیہ، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع وسجدہ کرکے قعدہ کرے۔ تشہد، درود، دعا پڑھ کر سلام پھیرلے۔ اس طرح اس کو تین قعدے کرنے پڑیں گے۔ ایک امام کے ساتھ اور دو اکیلے۔ خوب سمجھ لیجئے۔ واضح رہے کہ رمضان المبارک میں وتر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ تو ان میں مسبوقانہ نماز پڑھنے کا طریقہ نماز مغرب جیسا ہے۔

عیدین کی نماز میں ملنے کا طریقہ

۱۔ اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں ایسے وقت پہنچا کہ امام عید کی زائد تکبیریں کہہ چکا ہے۔ اور ابھی قیام میں ہے۔ اگرچہ قرأت شروع کرچکا ہو تو یہ شخص نیت باندھ کر اسی وقت عید کی تین تکبیریں کہہ لے۔

۲۔ اگر عید کی نماز میں کوئی شخص اس وقت پہنچا جب امام رکوع میں ہے۔ تو یہ تکبیر تحریمہ کہے۔ پھر اگر اس کو گمان غالب ہے کہ تین زائد تکبیریں کہنے کے بعد رکوع میں مل سکتا ہے۔ تو کہہ لے پھر رکوع میں جائے۔ اور اگر تکبیریں کہہ کر رکوع ملنے کا گمان نہیں ہے تو تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع میں چلا جائے۔ اور رکوع کی تسبیح کی بجائے یہ تین زائد تکبیریں کہہ لے اور ان میں ہاتھ نہ اُٹھائے۔ اگر تین تکبیریں پوری نہ کہہ سکا۔ کہ امام نے رکوع سے سر اُٹھا دیا۔ تو یہ بھی باقی تکبیریں چھوڑ کر امام کی متابعت کرے۔ اور رکوع سے سر اُٹھا لے، باقی تکبیریں اس سے ساقط ہو جائیں گی۔ اور اگر امام کو قومہ میں پایا تو اس وقت تکبیریں نہ کہے۔ اور جب امام کے سلام کے بعد اپنی پہلی رکعت مسبوقانہ پڑھے۔ اس میں ان تکبیروں کو ادا کرے۔ لیکن اس مسبوقانہ رکعت میں ثناء کے بعد اور الحمد سے پہلے نہ کہے۔ بلکہ الحمد اور سورۃ کی قرأت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے کہے۔

۳۔ اگر عید کی نماز میں اس وقت شریک ہوا۔ جب امام تشہد پڑھ چکا ہے اور ابھی سلام نہیں پھیرا۔ تو وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد عید کی مسبوقانہ نماز پوری کرے۔ اور تکبیرات دونوں رکعتوں میں اپنے مقام پر کہے۔ اس کی عید کی نماز میں شمولیت صحیح ہوگئی یہی صحیح ہے۔

۴۔ اگر مقتدی دوسری رکعت میں شامل ہوا۔ تو پہلی رکعت کی تکبیریں اب نہ کہے۔ بلکہ جب اپنی فوت شدہ رکعت پڑھے۔ اس وقت قرآت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے کہے۔ اور اگر دوسری رکعت میں تکبیریں امام کے ساتھ نہ ملیں۔ یعنی وہ دوسری رکعت کے رکوع کے بعد شامل ہوا اور دوسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملی۔ تو دونوں رکعتیں مسبوقانہ پڑھے۔ اور زائد تکبیریں ہر رکعت میں اپنے اپنے موقع پر پڑھے۔ (زبدۃ الفقہ)

نمازِ جنازہ میں ملنے کا طریقہ

۱۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام پہلی تکبیر کہہ چکا ہے۔ تو انتظار کرے۔ اور جب امام دوسری تکبیر کہے یہ اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے۔ اور جب امام سلام سے فارغ ہو جائے۔ تو وہ مسبوق جنازہ اٹھنے سے پہلے اپنی فوت شدہ تکبیر کہہ لے۔ اور اگر وہ اس وقت آیا جب امام دو تین تکبیریں کہہ چکا ہے۔ تب بھی انتظار کرے۔ اور جب امام تکبیر کہے

اس وقت یہ تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے۔ اور فوت شدہ تکبیروں کو امام کے سلام کے بعد ادا کرے۔ اگر امام کی تکبیر کا انتظار نہ کیا۔ اور فوراً شامل ہو گیا۔ تب بھی اس کی نماز درست ہے۔ لیکن امام کے تکبیر کہنے سے پہلے جو کچھ ادا کیا۔ اس کا اعتبار نہیں۔

۲۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا۔ جب امام چاروں تکبیریں کہہ چکا ہے۔ اور ابھی سلام نہیں پھیرا۔ تو صحیح یہ ہے۔ کہ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے۔ اور امام کے سلام کے بعد جنازہ اٹھنے سے پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر سلام پھیر دے۔ کیونکہ وہ چوتھی تکبیر میں شامل سمجھا جائے گا۔

۳۔ مسبوق کو اگر اپنی بقیہ تکبیریں کہنے میں یہ خوف ہے کہ درود و دعا وغیرہ پڑھنے میں اتنا وقت لگے گا۔ کہ لوگ جنازہ کو کندھے پر اٹھا لیں گے تو صرف تکبیریں کہہ لے۔ اور دعا وغیرہ چھوڑ دے اور جب تک جنازہ کندھوں پر نہ رکھا جائے تکبیریں نہ چھوڑے۔ پوری کر لے۔ اور اگر جنازہ کندھے پر رکھنے تک اس کی تکبیریں پوری نہ ہوئیں۔ تو باقی کو چھوڑ دے۔

۴۔ اگر مسبوق کو یہ معلوم ہو سکے کہ یہ کونسی تکبیر ہے۔ تو وہ بھی وہی مسنون ذکر پڑھے۔ اور اگر کسی طرح یہ معلوم نہ ہو سکے کہ امام کی کونسی تکبیر ہے۔ تو بالترتیب اذکار ادا کرے۔ یعنی پہلے ثناء پھر درود پھر دعا پڑھے۔ (زبدۃ الفقہ)



بقیہ: احادیث الرسولؐ

یہاں تک کہ اس کے دونوں پاؤں تک دو ٹکڑے کر دئے جائیں گے آپ نے فرمایا۔ پھر دجال ان دو ٹکڑوں کے درمیان چلے گا پھر اسے کہے گا کھڑا ہو جا پھر وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا تب اسے کہے گا کیا اب تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ مومن کہے گا۔ اب تو مجھے تیرے متعلق اور زیادہ بصیرت ہو گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر وہ مومن کہے گا اے لوگو! میرے بعد اب کسی شخص کو ایسی تکلیف نہیں دے سکے گا۔ آپ نے فرمایا پھر اسے دجّال پکڑے گا تاکہ اسے ذبح کرے۔ پھر تانبا کر دی جائیگی وہ جگہ کہ درمیان گردن اس کی کے ہے اس ہڈی تک جو درمیان نحر اور اس کے کندھے کے ہے پھر اس کے قتل کرنے کی دجّال کو کوئی صورت نظر نہیں آئے گی پھر دجّال اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کو پکڑے گا پھر اسے پھینک دے گا لوگ خیال کریں گے کہ اسے دوزخ میں پھینکا ہے حالانکہ سوائے اس کے نہیں کہ اسے بہشت میں پھینکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب العالمین کے ہاں یہ شخص بہت بڑا شہید ہے۔

لادین معاشرہ، مادہ پرستی اور آج کے مسائل

تحریر: علامہ یوسف جبریل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روحانی دنیا، اور دنیا کی محبت کے مقابلے میں مادی دنیا سے نفور، اور قیامت اور دوسری دنیا، اور دنیا کی محبت کے مقابلے میں اللہ کی محبت کا پرچار کیا۔ لیکن بیکن کا فلسفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کُلّی اور قطعی ضد ہے۔ بیکن نے خالصًا اسی مادی دنیا اور اس کی محبت کی تعلیم دی۔ اور لوگوں کو اس عارضی دنیا کے مکروفریب سے آگاہ کیا۔ بیکن نے سوائے اس دنیا اور اس کی دولت کے کسی چیز کی تعلیم نہیں دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوسری دُنیا کو انسان کا حقیقی گھر قرار دیا۔ لادینیت نے اسی دنیا کو انسان کا حقیقی مسکن قرار دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روحانیت، مافوق الطبیعات اور معجزوں کا اعتقاد سکھلایا۔ اور خود معجزے دکھائے۔

بیکن نے اس کے مقابلے میں طبیعات اور طبیعات سے پیدا ہونے والے مادی نتائج پر انحصار سکھلایا۔ اور بائیبل میں بیان ہونے والے معجزوں اور روحانی معرکوں میں سے اکثر کو مبالغہ اور غلو قرار دیا۔ اور روحانی معجزوں کی بجائے سائنس کے نتیجے میں رونما ہونے والے مادی معجزوں کو فوقیت دی۔ بیکن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برخلاف روحانی عوامل پر ہمیشہ مادی عوامل کو ترجیح دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کائنات پر تسلط DOMINION OVER NATORE کا حق صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محفوظ کر رکھا ہے۔ اور انسان کو عجز و انکسار کی تعلیم دی ہے۔ مگر بیکن نے اس کے برعکس کائنات پر تسلط کے حق کو انسان کے لئے مخصوص کیا ہے۔ اس طرح جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انسان کو عجز و انکسار کی تعلیم دی۔ وہاں بیکن نے انسان کو غرور، خدا کے ساتھ برابری کی حد تک غرور و تمکنت کی تعلیم دی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زمین پر خزانے جمع کرنے سے منع فرما دیا۔ اور لوگوں کو توکل کی تعلیم دی۔ کہ کل کیا کھائیں گے یا کیا پہنیں گے۔ بیکن کا تمام تر فلسفہ ہی اس زمین پر خزانے جمع کرنا ہے۔ اور دیکھو! اس دَور کی انسانیت کو جو ہانپتی، کانپتی، پسینے میں شرابور، بے قرار و مضطرب، دیوانہ وار اس زمین پر خزانے جمع کرنے میں مشغول ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ذخیرہ کرو، اپنے ذخیرے آسمانوں میں جہاں نہ چور کا کھٹکا ہے نہ دیمک کا۔ بیکن کو آسمانوں سے یا آسمانی خزانوں سے کہیں دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ اور نہ ہی آج اس کی اس پیروکار دنیا کو ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اخلاق کے فلسفے کو اس عروج پر اُٹھایا۔ جہاں فرشتے بھی پَر نہیں مار سکتے۔ بیکن نے اخلاقی فلسفے کی جڑ ہی کاٹ دی۔ اور اگرچہ لوگ اس کے فلسفے کی تحریر سے نا آشنا ہیں۔ تاکہ اس کے فلسفے کا اثر ملاحظہ ہو کہ کس طرح اس دَور میں اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں۔ اور کیا کیا ملمع سازیاں اس امر میں ہو رہی ہیں۔ ایک سے ایک فرشتہ نما سالوس نمودار ہوتا ہے۔ اور خدا کی گمراہ مخلوق کو مزید گمراہی کے سرٹیفکیٹ عطا کرتا ہے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے۔ کہ بیکن نے جب کبھی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیا ہے تو اسے نجات دہندہ (SA VI OOR) کے لقب سے یاد کیا۔ تو کیا یہ تھوڑی سی چاپلوسی اس عظیم نقصان کا ازالہ کر سکتی ہے۔ جو بیکن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کا قلع قمع کر کے کیا۔

پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ بیکن اور حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کے مابین اس صریح تخالف و تضاد کے باوجود بیکن نے وہی کچھ کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہزاروں لوگوں کو معجزانہ طور پر روٹی کھلائی۔ بیکن نے روٹی کا فلسفہ دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اندھوں کو بینائی عطا کی۔ کوڑھیوں کو تندرست کیا۔ لولوں لنگڑوں کو ٹھیک کیا۔ بیکنی روح نے یہ سب، کچھ کرنے کے لئے علاج مہیا کیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بدروحیں لوگوں سے نکالیں۔ بیکنی روح نے وہم پرستی کا قلع قمع کرنے کے لئے راشنلزم کا فلسفہ اپنایا۔ حضرت عیسیٰؑ پانی پر چلے۔ بیکنی روح نے لوہے کے جہاز پانی کے اوپر اور لوہے کی آبدوزیں پانی کے نیچے چلا دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونکتے۔ تو وہ پرندوں کی طرح اُڑ جاتے۔ بیکنی روح نے ہوائی جہاز بنا کر اُڑا دئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے۔ بیکنی روح بھی مردوں کو زندہ کرنے کے لئے سر توڑ کوشش میں مصروف ہیں۔ ایسا کر لینے سے قدرت پر تسلط کا انسانی دعویٰ ایک خاص مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گدھے کی سواری کی۔ بیکنی رُوح نے میکانکی انداز سے اپنی سواری کا گدھا بنا لیا۔ جو سواری اور باربرداری کا کام بدرجہ اتم کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ آسمانی باتیں سُنا کرتے۔ بیکنی روح نے ریڈیو اور ٹیلیویژن ایجاد کر لئے۔ فرق ان تمام باتوں میں فقط اتنا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روحانی قوت کو استعمال کیا۔ بیکنی روح نے مادی قوت سے استفادہ کیا۔ اور یہی بنیادی فرق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نگاہ آخرت اور آسمان

پر تھی۔ بیکن کی نگاہ اسی دنیا اور زمین پر ہے۔ نکتہ یہ ہے کہ بیکن حضرت عیسیٰؑ کا لبادہ اوڑھ کر اُٹھا۔ اور اپنے آپ کو حضرت عیسیٰؑ کا پیرو ظاہر کیا۔ لیکن حقیقت میں ایک مثیل کا کام کیا۔ اور ہر کام مخالفت میں کیا۔ اور یہی مسیح الدجال کی تعریف ہے۔

نیز چونکہ یہ بیکنی فلسفہ جو اس دَور کا فلسفہ ہے۔ خالصتہً مادی بنیادوں پر استوار ہے۔ اور دینی اور روحانی جذبے سے یکسر عاری ہے۔ بجا ہے کہ اسے کانا کہا جائے۔ ایسا کانا جس کی دائیں آنکھ یعنی روحانی بصیرت اندھی ہے۔ اور بائیں آنکھ یعنی دنیوی مادی آنکھ بینا ہے۔ البتہ اس کی بائیں آنکھ بے حد تیز اور باریک بین ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ موجودہ سائنس بھی دائیں آنکھ سے اندھی ہے۔ کیونکہ اس کا دائرہ کار قطعی طور پر مادی اقدار کے اندر محدود ہے۔ اور روحانیت کی دنیا میں یہ قطعی طور پر اندھی ہے۔ اور اس کی بھی بائیں آنکھ یعنی مادیت کی آنکھ بینا ہے۔ اور نہایت تیز ہے۔ نیچے کی طرف میلوں تک زمین کے اندر دیکھ لیتی ہے۔ اوپر کی جانب لاکھوں میل دُور کی چیزیں پہچان لیتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اس بیکنی فلسفے کی عالمگیریت بھی خاص ہے۔ دنیا کا کوئی کونہ اس وقت ایسا نہیں جہاں تک یہ نہیں پہنچ چکی۔ اس بیکنی روح کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ جہاں بھی یہ جاتی ہے۔ نہروں کے جال بچھے جاتے ہیں مصنوعی بارش اس کے اختیار میں ہے۔ فصلوں کو یہ بہت جلد اُگا سکتی ہے۔ اور اس کا اپنا بہشت ہے اور دوزخ ہے۔ اور بہشت اس کا مادی نعمتوں سے عبارت ہے۔

ایک بہت بڑی خصوصیت اس بیکنی سپرٹ کی یہ ہے کہ اس کا پورا کلچر یہودی قسم کا ہے۔ وہی دنیا کی محبت، وہی دولت کی ہوس، وہی سودی کاروبار، وہی ملمع سازی، غرضیکہ بالکل یہودی ہے۔ اور یہودی ہی اس دَور کا چودھری ہے۔ یہ دَور یہودی کا دَور ہے۔ یہودی کا کلچر چل رہا ہے۔ یہودی کی عظمت ہے، عزت ہے، سرداری ہے۔ دولت یہودی کی حکومت یہودی کی، عیسائی دنیا تو بالکل یہودی کلچر اپنا چکی ہے۔ حتیٰ کہ وہاں یہودی اور عیسائی میں امتیاز مشکل ہو چکا ہے۔ اسلامی دنیا میں مسجد کے اندر حکومت اسلام کی ہے۔ لیکن مسجد سے باہر بیکنی سپرٹ کی عملداری ہے۔ ایک خصوصیت اس بیکنی سپرٹ کی یہ ہے کہ ملمع سازی میں اسے کمال حاصل ہے۔ بے شمار مثالیں اس عمل کی موجود ہیں۔ مثلاً سود کو ترم کر کے اس کا نام نفع رکھ دیا۔ جوئے کو ایک خاص شکل دے کر اسے ریس، لاٹری وغیرہ کا نام دے دیا۔ فحاشی، عیاشی اور بے حیائی کو تہذیب کا لیبل لگا کر کلبوں میں منتقل کر دیا۔

بیکنی سپرٹ کی اس تشریح کے دوران آدمی کے ذہن کا مسیح الدجال کی اس تعریف و تشریح کی جانب منتقل ہونا ایک امرِ لابدی ہے۔ جو نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح الدجال کی پیشگوئی میں واضح طور پر کی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ وہی مسیح الدجال ہے۔ جس کے متعلق آنحضورؐ نے پیشین گوئی فرمائی ہے۔ البتہ میں اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ بیکنی کلچر دجالی ہے یا نہیں، مذہب کا قاتل، اور انسانیت کو ہلاک کرنے اور انسان کے دو جہان غرق کرنے والا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر شریعت کے حصول کے لئے گئے۔ تو سامری نے بنی اسرائیل کے سونے کے زیورات اکٹھے کر کے انہیں پگھلا دیا۔ اور تعجب کی بات ہے کہ پگھلا ہُوا سونا ایک بچھڑے کی صورت اختیار کر گیا۔ سامری نے اس مٹی کی چٹکی اس بچھڑے پر ڈال دی، جو اس نے جبریل فرشتے کے گھوڑے کے سم کے نشان سے دورانِ سفر اُٹھا کر اپنے پاس محفوظ کر لی تھی۔ مٹی کا پڑنا تھا کہ سونے کا بچھڑا جان دار بچھڑے کی مانند آواز نکالنے لگا۔ اور بنی اسرائیل اس کی پرستش میں مصروف ہو گئے۔ جب حضرت موسیٰؑ طور سے واپس آئے۔ تو اپنی قوم کو اس حالت میں دیکھ کر سخت غضب اور افسوس کے عالم میں سامری سے اس حقیقت کے متعلق سوال کیا۔ سامری کا جواب تھا" یعنی بولا (سامری کا)